جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کا دینی و اصلاحی ترجمان

ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد

بانی: حضرت مولانا سید رشید الدین حمیدیؒ سابق مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد
مرتب: محمد سلمان منصورپوری

- اسراف اور فضول خرچی سے بچیں — نظر و فکر
- نیک اور بد انسان — درس حدیث
- افادات سورۂ جن — افادات قرآنیہ
- تجارت کو ترقی دینے کیلئے — چند اہم صفات
- اسلام میں — ائمہ و مؤذنین کا مقام و مرتبہ
- طالب علم کے آداب — جواہر پارے
- لعان کے مسائل — کتاب المسائل
- علماء اور خطباء کی ذمہ داریاں — ایک اہم وصیت
- آہ! شیخ عبد الحق صاحب اعظمیؒ — ذکر رفتگاں

مارچ ۲۰۱۷ء

قیمت ۳۰/روپئے

World News

عالمی خبریں:

امریکی صدر ''ٹرمپ'' کے خلاف مظاہرے جاری

امریکہ کے نومنتخب صدر ''ٹرمپ'' کی نفرت آمیز پالیسیوں کے خلاف امریکہ اور یوروپ میں مسلسل مذمتی مظاہرے جاری ہیں۔ مظاہرین کا موقف یہ ہے کہ دنیا کی ایک بڑی طاقت کے ذریعہ خاص طور پر کسی قوم کو مذہب یا نسل کی بنیاد پر امتیاز کا نشانہ بنانے سے دنیا میں تشدد اور دہشت گردی میں اِضافہ ہوگا، اِس لئے ایسی کوئی بھی کوشش ہرگز قبول نہیں کی جاسکتی۔ دوسری طرف خود ایک امریکی عدالت نے چند خاص ممالک سے امریکہ میں داخل ہونے والوں پر پابندی سے متعلق سرکاری آرڈیننس کو کالعدم قرار دے دیا، جسے ''ٹرمپ'' کی بڑی ناکامی کے طور پر دیکھا جارہا ہے۔

''موصل'' پر قبضہ کے لئے شدید جنگ

عراقی شہر ''موصل'' کو داعش کے قبضہ سے آزاد کرانے کے لئے عراقی فوج نے ایک فیصلہ کن جنگ کا آغاز کردیا ہے۔ واضح ہو کہ کئی سال سے عراق کے دوسرے بڑے شہر ''موصل'' اور اُس کے اطراف کے علاقہ پر داعش نے قبضہ کرکے حکومت قائم کررکھی ہے، یہ علاقہ سنی اکثریت پر مشتمل ہے۔ عراق اور دیگر ممالک کی متحدہ افواج کافی دنوں سے اس علاقہ کو واپس اپنے کنٹرول میں لینے کے لئے تگ ودو کررہی ہیں؛ لیکن ابھی تک اُنہیں خاطر خواہ کامیابی نہیں مل پائی ہے۔ □□□

فارم IV رول نمبر 8 دیکھیں

1:- **مقام اشاعت:** مرادآباد، یوپی

2:- **وقفہ اشاعت:** ماہانہ

3:- **مقام طباعت:** گڈ پرنٹرس امروہہ گیٹ مرادآباد 244001

4:- **پبلشر کا نام:** عبدالناصر، قومیت: ہندوستانی، پتہ: دارالطلبہ لال باغ مرادآباد، یوپی

5:- **ایڈیٹر کا نام:** محمد سلمان منصورپوری، قومیت: ہندوستانی، پتہ: دارالطلبہ لال باغ مرادآباد یوپی

6:- **مالک کا نام:** اشہد رشیدی مہتمم، قومیت: ہندوستانی، پتہ: دارالطلبہ لال باغ مرادآباد یوپی

میں پبلشر ندائے شاہی، عبدالناصر اعلان کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیلات میرے علم ویقین کے بموجب صحیح ودرست ہیں۔

دستخط: عبدالناصر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کا دینی و اصلاحی رسالہ

جلد: ۲۹

شمارہ: ۳

جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ

مارچ ۲۰۱۷ء

ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد

بانی: حضرت مولانا رشید الدین حمیدی رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد

مشاورتی بورڈ

- مولانا اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ (سرپرست)
- مولانا عبدالناصر صاحب نائب مہتمم جامعہ
- مولانا مفتی عبدالجلیل خان صاحب

مجلس ادارت

- محمد سلمان منصورپوری (مرتب)
- کلیم اللہ قاسمی سیتاپوری
- محمد رضوان اُناوی

سالانہ زرتعاون: 300 روپئے ❖ سالانہ زرتعاون خصوصی: 1000 روپئے

سالانہ زرتعاون بذریعہ رجسٹری ڈاک: 550 ❖ اعزازی (۲۰ سال کیلئے): 5000 روپیہ

سعودی عرب، امریکہ، انگلینڈ، جنوبی افریقہ، پاکستان، نیپال، بنگلہ دیش و دیگر ممالک کیلئے 20 امریکی ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ ندائے شاہی جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

Monthly **NIDA - E - SHAHI**

Jamia Qasmia Madrasa Shahi Moradabad (u.p.) 244001.India

فون نمبرات: ندائے شاہی: 09410865194 فیکس: (0591)2472113 مرتب 9412635154

E-Mail ID: shahi@jamiaqasmia-darululoom-shahi.com

Website: www.jamiaqasmia-darululoom-shahi.com

www. nidaeshahi.co.cc E-Mail:nidaeshahi@gmail.com

طباعت: گڈ پرنٹرس امروہہ گیٹ مرادآباد، **طابع و ناشر:** عبدالناصر، **محررین:** زین العابدین قاسمی سیتاپوری، محمد شاہجہاں قاسمی، محمد رضوان قاسمی بجنوری،

نظماء توسیع و اشاعت: محمد شہزاد قاسمی، محمد اجمل قاسمی بھاگلپوری، محمد طفیل فیض آبادی، محمد وقاد قاسمی، محمد مختار قاسمی **کمپیوٹر کتابت:** محمد اسجد قاسمی مظفرنگری

Proprietor **Ashhad Rashidi** Printed at **Good** Printers, Amroha Gate, Moradabad (UP)
Published by the Printer & Publisher **Abdul Nasir** and distrebuted at Darut Talbd Lal Bagh, Moradabad,
Editor. **Mohammad Salman** Mansoorpuri

اِس شمارے میں

نورِ ہدایت	اللہ کے مؤاخذہ سے ڈریں!		۵
نظر و فکر	اِسراف اور فضول خرچی سے بچیں!	محمد سلمان منصور پوری	۶
درسِ حدیث	نیک اور بد اِنسان	مولانا اشہد رشیدی صاحب	۱۱
اِفاداتِ قرآنیہ	اِفادات سورۂ نوح	مولانا قاری سید صدیق احمد صاحبؒ	۱۵
مقالات و مضامین	طالبِ علم کے آداب	حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمیؒ	۲۲
	علماء وخطباء اور ائمہ مساجد کے نام	حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحبؒ	۲۸
	اِسلام میں اَئمہ ومؤذنین کا مقام ومرتبہ	مولانا اسرارالحق قاسمی صاحب	۳۳
	خیرالناس......کون؟	مولانا محمد اُویس رشادی	۳۷
	تجارت کو ترقی دینے کیلئے چند اَہم صفات	مولانا کلیم اللہ قاسمی	۴۲
ذکرِ رفتگاں	آہ! شیخ عبدالحق صاحب اعظمیؒ	مولانا مفتی محمد شاکر قاسمی	۵۱
کتاب المسائل	لعان کے مسائل	مفتی محمد سلمان منصور پوری	۶۰
منظومات	تمنا ہے کبھی سوئے مدینہ یوں سفر ہوتا	مولانا ولی اللہ ولیؔ قاسمی	۱۰
مطالعہ کی میز پر	تیسیر الانشاء	تبصرہ: مفتی محمد اجمل قاسمی	۶۵
جامعہ کے شب وروز	جامعہ میں جشن یوم جمہوریت، مہتمم جامعہ کے اَسفار، واردین وصادرین		۶۷
عالمی خبریں	امریکی صدر ''ٹرمپ'' کے خلاف مظاہرے جاری		۲

نورِ ہدایت:

اللہ کے مؤاخذہ سے ڈریں!

اِرشادِ ربانی: لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ، فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ، وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. (البقرة: ۲۸۴)

ترجمہ: ’’جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے، اور اگر تم اپنے دل کی بات ظاہر کروگے یا اُس کو چھپاؤ گے تو اللہ تم سے اُس کا حساب لے گا، پھر جس کو چاہے بخشے گا اور جس کو چاہے عذاب دے گا، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے‘‘۔

اِس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی تین عظیم صفات کا ذکر ہے:

(۱) سطوت وحکومت: کہ کائنات کا ہر ذرہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ملکیت میں ہے، اور ہر چیز پر اَصلی حکم صرف اللہ ہی کا چلتا ہے۔

(۲) علم محیط: کہ کھلی اور چھپی ہر طرح کی باتیں حتیٰ کہ کسی کے دل میں گذرنے والے خیالات وہ سب بھی اللہ کے علم سے باہر نہیں ہیں۔

(۳) قدرتِ کاملہ: یعنی وہ اپنی مرضی کے مطابق جو چاہے کرنے پر قادر ہے، چھوٹی سے چھوٹی بات پر اُس کی طرف سے گرفت ہوسکتی ہے، جب کہ وہ اپنے دستور کے مطابق جس کو چاہے مغفرت سے بھی نواز سکتا ہے۔

تو وہ ذات جو ایسی عظیم صفات سے متصف ہو اُس کی نافرمانی کسی عقل مند کے لئے ہرگز روا نہیں، اور اُس کو خوش رکھنے ہی میں ہر ایک کے لئے نجات ہے؛ لہٰذا مالی معاملات سے متعلق ہدایات دینے کے بعد گویا تنبیہ کی جارہی ہے کہ کوئی بھی شخص دھوکہ دہی، کذب بیانی اور ہیرا پھیری کے ذریعہ کسی کی حق تلفی کرکے اپنے آپ کو اللہ کی ناراضگی کا مستحق نہ بنائے؛ بلکہ اَمانت ودیانت اور سچائی پر مضبوطی سے قائم رہے، اور حق دار تک حق پہنچانے میں معاون بنے، یہی خیر کا راستہ ہے۔ (مستفاد: فوائد عثمانی)

واضح رہے کہ قلب کی جو باتیں غیر اختیاری ہیں، جیسے وساوس اور پراگندہ خیالات، تو اُن پر تو گناہ نہیں ہے؛ البتہ جو اَفعال اختیاری ہیں، جیسے عقائد فاسدہ اور اَخلاقِ ذمیمہ اور گناہ کا پختہ اِرادہ، اُن پر مؤاخذہ ہوگا۔ اسی طرح اگر اَعضاء وجوارح سے کسی گناہ کا اِرتکاب عملاً کردیا جائے تو اُس پر بھی مؤاخذہ کا دستور ہے؛ تاہم اگر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے کسی کو معاف فرمادیں تو اُس کی قدرت سے کچھ بعید نہیں۔ (مستفاد: بیان القرآن) □

نظر وفکر

رحمٰن کے خاص بندے اور اُن کی صفات (۱۲)

محمد سلمان منصور پوری
Mansoorpuri
@gmail.com

اِسراف اور فضول خرچی سے بچیں!

’’عباد الرحمٰن‘‘ کی پانچویں صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ: ﴿وَالَّذِیْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا﴾ [الفرقان، جزء آیت: ٦٧] یعنی وہ لوگ خرچ کرنے میں اِسراف سے کام نہیں لیتے۔

اللہ تعالیٰ نے اِنسانوں کے نفع کے لئے بے شمار نعمتیں پیدا فرمائی ہیں، اور اُن سے فائدہ اُٹھانا فی نفسہٖ منع نہیں ہے؛ البتہ اُن کا بے جا اِستعمال یہ ضرور ناپسندیدہ عمل ہے۔ چناں چہ قرآنِ کریم میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلاَ تُسْرِفُوْا، اِنَّہٗ لاَ یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ. (الأعراف: ٣١)

اور خوب کھاؤ پیو اور بے جا خرچ مت کرو، یقیناً بے جا خرچ کرنے والے اللہ کو پسند نہیں ہیں۔

اِسراف کے اَصل معنی حد سے تجاوز کرنے کے آتے ہیں، اَب جس طرح بھی حد سے تجاوز ہوگا وہ اِسراف میں داخل ہوجائے گا، مثلاً بغیر خواہش کے کھانا کھانے لگیں، یا جو چیزیں صحت کے لئے مضر ہیں اُن کا استعمال کریں، یا حلال کو چھوڑ کر حرام چیزوں سے فائدہ اُٹھائیں، وغیرہ۔ یہ سب باتیں اِسراف کے معنی میں شامل ہیں، اور اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا گیا:

وَلاَ تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا، اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا. (بنی اسرائیل: ٢٦-٢٧)

اور (اپنا مال) بے جا مت اُڑاؤ، یقیناً بے جا مال اُڑانے والے شیطانوں کے بھائی بند ہیں، اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

بلاشبہ مال اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، جس سے نہ صرف یہ کہ اِنسان کو دل جمعی نصیب ہوتی ہے؛ بلکہ بہت سی دینی خدمات اور نیکیوں کا حصول بھی مال ہی کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے۔ اَب اگر اِس مال کو معاصی اور لغویات میں خرچ کردیا جائے یا چٹورپن میں اُڑادیا جائے، تو یقیناً یہ نعمتِ خداوندی کی سخت ناشکری ہوگی۔ اور اِس عمل کا مرتکب آدمی ناشکری میں شیطان کے مشابہ قرار پائے گا کہ جس طرح اِبلیس

لعین نے اللہ کی بخشی ہوئی عظیم صلاحیتوں کو نافرمانی اور گمراہی میں خرچ کیا، اسی طرح یہ شخص بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بے جا اُڑا کر ناشکری کا اِرتکاب کر رہا ہے۔ (فوائد عثمانی)

اِسراف وتبذیر کے معنی ایک ہیں یا الگ الگ؟

اکثر حضراتِ مفسرین نے لکھا ہے کہ: ''اِسراف تو مطلق حد سے تجاوز کرنے کے معنی میں آتا ہے؛ لیکن تبذیر کا لفظ خاص طور پر اللہ کی نافرمانی میں اور فتنہ وفساد کی باتوں میں مال خرچ کرنے پر بولا جاتا ہے۔ اور اگر صحیح جگہ آدمی مال خرچ کرے تو اُس کے اوپر فضول خرچی کا اِطلاق نہ ہوگا، خواہ وہ کتنا ہی مال خرچ کردے''۔ (تفسیر ابن کثیر مکمل ۷۸۱ ریاض، الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ۴/۱۷۷)

اور حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ: ''جو مال بھی اللہ کی اِطاعت کے علاوہ میں خرچ کیا جائے، وہ اِسراف میں داخل ہے، اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو''۔ (عمدۃ الحفاظ فی تفسیر اشرف الالفاظ ۲۳۹ استنبول)

اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''اِسراف اور تبذیر کا حاصل ایک ہی ہے، کہ محل معصیت میں خرچ کرنا، خواہ وہ معصیت بالذات ہو، جیسے: شراب، قمار وزنا۔ خواہ بالغیر ہو، جیسے: بنیت شہرت وتفاخر خرچ کرنا۔ اور بعض نے یہ فرق کیا ہے کہ اِسراف میں جہل بالکمیہ ہے کہ مقادیر حقوق سے تجاوز ہو، اور تبذیر میں جہل بالکیفیت ہے کہ محل وموقع نہ سمجھے''۔ (بیان القرآن ۱/۸۸۹)

(ومثلہ ما جاء في نہایۃ المحتاج نقلاً عن الماوردي: التبذیر: الجہل بمواقع الحقوق. والسرف: الجہل بمقادیر الحقوق) (الموسوعۃ الفقہیۃ ۱۷۷/٤ الکویت)

مطلب یہ ہے کہ اِسراف وتبذیر میں فرق اِس معنی کر ہے کہ اگر بے موقع اور بے محل خرچ کرے تو تبذیر ہے۔ اور اگر جتنے میں ضرورت پوری ہوجاتی ہے، یا جس کا جتنا حق بنتا ہے، اُس پر اس سے زائد خرچ کرے تو اِسراف ہے۔

وضو میں بھی اِسراف پسند نہیں

شریعت میں اِس بات کی کس قدر رعایت رکھی گئی ہے؟ اُس کا اندازہ اِس سے لگایا جاسکتا ہے کہ وضو میں بھی تین مرتبہ سے زائد (بلا ضرورت) پانی بہانا ظلم قرار دیا گیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ ۳۴ وغیرہ)

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے، جو اُس وقت وضو میں مشغول تھے، تو پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ: ''مَا هٰذَا السَّرَفُ؟'' (یعنی یہ پانی بہانے میں اسراف کیسا؟) تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ''کیا وضو میں بھی اِسراف ممکن ہے''؟ (آپ نے یہ بات اِس لئے کہی کہ عرف میں یہ محاورہ زبان زد تھا کہ: ''لَا خَيْرَ فِي سَرَفٍ، وَلَا سَرَفَ فِي خَيْرٍ'' (یعنی نہ تو اسراف میں خیر ہے اور نہ خیر میں اِسراف ہے) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: ''نَعَمْ! وَإِنْ كُنْتَ عَلٰى نَهْرٍ جَارٍ'' (یعنی وضو میں بھی اِسراف کا حکم لگے گا، اگرچہ تم جاری نہر پر بیٹھ کر وضو کر رہے ہو) (سنن ابن ماجہ ۳۴)

اَصل میں پیغمبر علیہ السلام نے اِس جواب میں اِشارہ فرمایا کہ وضو میں تین سے زائد مرتبہ جب پانی بہایا جائے گا تو اس میں ایک تو فضول پانی اور وقت ضائع ہوگا۔ دوسرے شرعی حدود سے تجاوز لازم آئے گا۔ اور یہ سب باتیں اِسراف میں داخل ہیں۔ (حاشیہ ابن ماجہ ۳۴ نقلاً عن المرقاۃ)

اور محدث کبیر حضرت عبد اللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''جو شخص وضو میں تین سے زائد مرتبہ (بے ضرورت) پانی استعمال کرے گا، تو مجھے اُس کے گنہگار ہونے کا اندیشہ ہے''۔ (سنن الترمذی ۱/۱۷)

تو جب عبادات میں حد سے تجاوز ناپسندیدہ ہے تو اُن کے علاوہ جگہوں میں حدود کی رعایت نہ کرنا کس قدر ناپسند ہوگا، اِسی سے اندازہ لگالیا جائے، خاص طور پر مساجد و مدارس کے موقوفہ پانی کو ضائع ہونے سے بچانے کا ضرور اہتمام کرنا چاہئے۔

تعمیرات میں اِسراف

شریعت میں بقدر ضرورت تعمیر کرنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن بلاضرورت تعمیرات ہرگز پسندیدہ نہیں ہیں، متعدد روایات میں بے ضرورت تعمیرات کی مذمت وارد ہے۔

○ ایک روایت میں ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گذر ایک صحابی کے گھر پر ہوا، جنہوں نے اپنے دروازہ پر ایک گنبد بنا رکھا تھا، تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ''یہ کیا ہے''؟ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ فلاں انصاری شخص نے بنایا ہے، تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ''كُلُّ مَا كَانَ هٰكَذَا فَهُوَ وَبَالٌ عَلٰى صَاحِبِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ''. (یعنی ہر اِس طرح کی (بے ضرورت) عمارت قیامت کے دن اُس کے مالک پر وبال بنے گی) جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اِرشاد اُن انصاری صحابی کو معلوم ہوا تو اُنہوں نے جاکر اُس پوری عمارت کو زمین دوز کر کے برابر کردیا۔ اُس کے بعد پیغمبر علیہ

الصلوٰۃ والسلام کا پھر اُدھر سے گذر ہوا تو وہ عمارت نظر نہیں پڑی، تو آپ ﷺ نے اُس کے بارے میں پوچھا، تو لوگوں نے بتایا کہ جب آپ کا اِرشاد اِس کے مالک فلاں اَنصاری صحابی کو معلوم ہوا تو اُنہوں نے اُسی وقت اسے ڈھادیا تھا، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''يَرْحَمُهُ اللّٰهُ، يَرْحَمُهُ اللّٰهُ''.

(یعنی اللہ اُن پر رحم فرمائے، اللہ اُن پر رحم فرمائے) (سنن ابن ماجہ رقم: ۴۱۶۱، الترغیب والترہیب مکمل ص: ۴۲۲)

○ اور سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِرشاد فرمایا:

كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ، وَمَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلىٰ أَهْلِهٖ كُتِبَ لَهٗ صَدَقَةٌ، وَمَا وَقىٰ بِهِ الْمَرْءُ عِرْضَهٗ كُتِبَ لَهٗ بِهٖ صَدَقَةٌ، وَمَا أَنْفَقَ الْمُؤْمِنُ مِنْ نَفَقَةٍ فَإِنَّ خَلْفَهَا عَلَى اللّٰهِ، وَاللّٰهُ ضَامِنٌ إِلَّا مَا كَانَ فِيْ بُنْيَانٍ أَوْ مَعْصِيَةٍ. (الترغيب والترهيب مكمل رقم: ٢٩١٣)

ہر نیکی صدقہ ہے، اور جو شخص اپنے گھر والوں پر خرچ کرے تو اُس کے لئے صدقہ کا ثواب لکھا جاتا ہے، اور جس مال کے ذریعہ آدمی اپنی عزت بچائے تو اُس پر بھی صدقہ کا ثواب ملتا ہے، اور جو بھی برمحل خرچ کرے اُس کا بدلہ اللہ کے ذمہ ہے، اور اللہ اُس کا ضامن ہے؛ لیکن جو خرچ بے ضرورت تعمیرات یا معصیت میں خرچ کیا جائے (اُس کا کوئی بدلہ نہیں ملتا)

○ حضرت عطیہ بن قیسؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اَزواجِ مطہرات کے حجرے کھجور کے پتوں سے بنے ہوئے تھے (یعنی چھپر کی شکل میں تھے) تو ایک مرتبہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوہ میں تشریف لے گئے، تو اِسی دوران اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جو ایک صاحبِ وسعت خاتون تھیں) نے پتوں کے بجائے پکی اینٹیں اپنے حجرہ میں لگوادیں، تو جب پیغمبر علیہ السلام واپس تشریف لائے، تو اِس تعمیر کے بارے میں پوچھا، تو حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ''میرا مقصد یہ تھا کہ میں اچھی طرح سے پردہ میں رہنے کا انتظام کروں''۔ اِس پر پیغمبر علیہ السلام نے اِرشاد فرمایا:

يَا أُمَّ سَلَمَةَ! إِنَّ شَرَّ مَا ذَهَبَ فِيْهِ مَالُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ الْبُنْيَانَ. (رواه أبو داؤد في المراسيل رقم: ٤٥١، الترغيب والترهيب رقم: ٢٩١٦)

اے اُم سلمہ! سب سے بری جگہ جس میں مسلمان کا پیسہ خرچ ہوتا ہے وہ (بے ضرورت) تعمیر ہے۔

ایک طرف پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ تنبیہات ہیں، دوسری طرف اِس بارے میں سرمایہ داروں کی بے احتیاطیاں ہیں، آج جہاں بھی تھوڑا بہت روپے پیسے کی بہتات ہوتی ہے، آدمی ضرورت

بے ضرورت بلند وبالا تعمیرات میں بے تحاشا اپنا مال خرچ کرنے پر فخر محسوس کرتا ہے، اور یہ چاہت وقت گذرنے کے ساتھ بڑھتی جاتی ہے، اور اِس گرانی کے دور میں صرف ایک مکان پر لاکھوں لاکھ روپئے محض فخر وریاء کی نیت سے لگا دئے جاتے ہیں، اور کوئی احساس بھی نہیں ہوتا۔

تو اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ جو پیسہ بھی فضول خرچ کیا جائے گا، آخرت میں اُس کا حساب دینا پڑے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے کہ جب تک پانچ باتوں کا سوال نہ ہوجائے، قیامت میں کسی شخص کے قدم اپنی جگہ سے ہل نہیں پائیں گے۔ (۱) عمر کہاں لگائی؟ (۲) جوانی کہاں گنوائی؟ (۳) مال کہاں سے کمایا (۴) مال کہاں پر خرچ کیا (۵) اور اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا؟ (ترمذی شریف/ باب ما جاء فی شأن الحساب والقصاص ۲/۶۷)

اِس لئے بالخصوص سرمایہ دار حضرات یہ نہ سمجھیں کہ ہم اپنے مال کے مالک ہیں، چاہے جہاں خرچ کرلیں؛ بلکہ اگر مال کو بے جا خرچ کیا جائے گا، تو اللہ کے یہاں اُس کا حساب دینا پڑے گا، یہ بات ہر وقت پیشِ نظر رہنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں، آمین۔ ❑❑❑

نعت:

تمنا ہے کبھی سوئے مدینہ یوں سفر ہوتا

نتیجۂ فکر: — مولانا ولی اللہ ولیؔ قاسمی بستوی اُستاذ مظاہر علوم وقف سہارنپور

تمنا ہے کبھی سوئے مدینہ یوں سفر ہوتا ❖ جنوں کا کارواں عشقِ محمدؐ راہبر ہوتا
نگاہوں میں بسا رہتا جمال ونور کا منظر ❖ نبیؐ کا روضۂ اطہر مرے پیشِ نظر ہوتا
وہیں رہتا وہیں بستا وہیں جیتا وہیں مرتا ❖ مرا مسکن محمد مصطفیٰؐ کا پاک در ہوتا
نبیؐ کا کوچہ ہوتا ہاتھ میں کاسہ گدائی کا ❖ لبوں پر نغمۂ صلِ علیٰ آٹھوں پہر ہوتا
بناتا گھونسلہ اپنا یقیناً سبزِ گنبد پر ❖ بسیرا بس وہیں کرتا پرندہ میں اگر ہوتا
برا ہے حال عاشق کا بلالو جلد طیبہ میں ❖ یہ پہنچاتا پیام اُن کو جو کوئی نامہ بر ہوتا

تمنائے ولیؔ ہے کہ درِ عالی پہ موت آئے
زباں پر کلمۂ حق، سر تری دہلیز پر ہوتا

درسِ حدیث:

نیک اور بد انسان

حضرت مولانا اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ وَأَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خِيَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ إِذَا رُؤُوا ذُكِرَ اللّٰهُ، وَشِرَارُ عِبَادِ اللّٰهِ اَلْمَشَّاؤُنَ بِالنَّمِيْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْأَحِبَّةِ الْبَاغُوْنَ الْبُرَاءَ الْعَنَتَ. (رواه أحمد، مشكوة: ٤١٥)

حضرت عبدالرحمٰن ابن غنم اور اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کے اچھے اور نیک بندے وہ ہیں کہ جن کو جب دیکھا جائے تو خدا یاد آجائے اور برے بندے وہ ہیں جو چغلی کریں، چاہنے والوں میں پھوٹ ڈالیں اور بے گناہوں پر بدکاری کا الزام لگائیں۔

تشریح : نبی کریم علیہ السلام مذکورہ بالا روایت میں اچھے اور برے انسانوں کی علامات ذکر کر کے امت کو اچھے لوگوں میں شامل ہونے اور برے لوگوں سے دور رہنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔ آج کل کے ماحول میں اس روایت کی اہمیت اور ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ محسوس کی جانے لگی ہے؛ کیوں کہ خیر وشر اور اچھے برے کی تمیز مشکل ہوتی جارہی ہے اور لوگ فیصلہ کرنے میں غلطی کر رہے ہیں، ایسے میں نبی کریم علیہ السلام کا ارشادِ بالا امت کی صحیح رہنمائی کر کے اچھے برے کی پہچان میں مدد و معاون ثابت ہوگا، مگر شرط یہ ہے کہ اس کو پڑھنے اور سمجھنے کے بعد اپنے اندر تبدیلی لائی جائے اور پوری مضبوطی کے ساتھ یہ فیصلہ لیا جائے کہ ہم خود بھی اچھے بندوں کی علامات کے حامل و مصداق بنیں گے اور ان سے ہی اپنے تعلقات کو بڑھائیں گے اور اسی طرح برے انسانوں کی نشانیوں سے دور رہیں گے اور ایسے لوگوں سے بچیں گے۔ حدیث شریف کی مختصر سی تفصیل درج ذیل کی جارہی ہے:

اللہ کے نیک بندے

نبی کریم علیہ السلام نے اللہ کے نیک بندوں کی علامت اور نشانی کو ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

جب ان پر نظر پڑے تو خدا یاد آجائے، یعنی ان کے چہرہ کا نور اور نشست وبرخاست، نیز بول چال کا انداز ایسا ہو کہ ان کو دیکھنے والے اپنے رب کی یاد سے سرشار ہوجائیں، دل ودماغ میں اور زبان پر اللہ کے ذکر کے کلمات بے اختیار جاری ہونے لگیں اور ان کو دیکھ کر بے ساختہ رب کی یاد ستانے لگے، اگر کسی کو خدا کا ایسا نیک صالح بندہ بننا ہے کہ جس کو دیکھ کر اللہ یاد آجائے تو اس کو مندرجہ ذیل تین خوبیاں اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں۔

(۱) ظاہر وباطن میں یکسانیت:- یعنی جس شخص کا ظاہر وباطن یکساں ہو وہ جس طرح خلق خدا کے سامنے شرافت، دینداری اور پرہیزگاری کا اظہار کرتا ہو، اسی طرح تنہائیوں میں بھی اللہ سے ڈرتا اور تقویٰ اختیار کرتا ہو، تواضع وانکساری کا پیکر ہو اور دونوں حالتوں میں فواحش ومنکرات سے بچتا ہو، جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں نبی کریم علیہ السلام حکم خداوندی کو ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

أَمَرَنِي رَبِّي بِتِسْعٍ خَشْيَةِ اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ. (رواه رزين، مشكاة المصابيح ٤٥٨)

میرے رب نے مجھ کو نو باتوں کا حکم دیا (ان میں سے پہلی یہ ہے کہ) اللہ کا خوف ہو تنہائی میں بھی اور ظاہر میں بھی۔

ایسے شخص کے چہرے پر ایسا نور اور کشش پیدا ہوجائے گی کہ دیکھنے والوں کو خدا یاد آجائے گا اور انسانوں کے قلوب خود بخود اس کی طرف کھنچتے چلے جائیں گے۔

(۲) فکر آخرت:- یعنی جو شخص زندگی کے ہر لمحہ میں آخرت کی فکر کو اپنے دل ودماغ میں بٹھائے رہے گا، وہاں کی کامیابیوں کو حاصل کرنے اور ناکامیوں سے بچنے کے لئے جدوجہد کرتا رہے گا اور اپنے دل کو دنیا کی محبت سے پاک وصاف رکھے گا تو جب اس کے چہرے پر خلق کی نظر پڑے گی تو خالق خود بخود یاد آجائے گا اور دیکھنے والوں کے قلوب میں فکر آخرت کی شمع روشن ہوجائے گی؛ کیوں کہ وہی اصل اور حقیقت ہے، بقیہ سب دھوکہ ہے، جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے:

عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: وَاللّٰهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ

حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا کا آخرت سے مقابلہ ایسا ہی ہے جیسے تم میں سے کوئی دریا میں اپنی انگلی ڈالے پھر دیکھے کہ انگلی کیا لے کے لوٹی ہے۔

إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ. (مسلم، مشكاة المصابيح ٤٣٩) (دنیا کی حیثیت آخرت کے مقابلہ میں پانی کے ایک قطرہ سے بھی زیادہ کم ہے)

(۳) اتباعِ سنت:- یعنی جو شخص زندگی کے ہر قدم پر سنت نبوی پر عمل پیرا ہونے میں مصروف رہے گا اور اتباع سنت کی صفت اس کی ہر ادا سے جھلک رہی ہوگی، اللہ رب العزت اس کے چہرہ پر ایسے نور کو پیدا فرمادے گا کہ جس پر نظر پڑتے ہی دیکھنے والے کو خدائے ذوالجلال کی یاد ستانے لگے گی؛ کیوں کہ اتباع سنت نبی کریم علیہ السلام سے سچی محبت کی علامت ہے اور جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی محبت میسر آجائے یقیناً اس کا ظاہر و باطن جگمگا اٹھے گا، جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے:

مَنْ أَحَبَّ سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِي فِي الْجَنَّةِ. (رواه الترمذي، مشكوة: ٣٠) جس نے میری سنت سے محبت کی (اس پر عمل کیا) اس نے مجھ سے محبت کی، اور جس نے مجھ سے (سچی) محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

برے بندے

نبی کریم علیہ السلام برے بندوں کی نشانیوں اور علامات کو ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ ان میں تین ایسی خرابیاں اور برائیاں ہوں گی کہ جن کی وجہ سے وہ راندۂ درگاہ قرار دے دئے جائیں گے اور خدا کے یہاں ان کا شمار ناپسندیدہ لوگوں میں ہوگا، ذیل میں ان خرابیوں کو ذکر کیا جاتا ہے اور یہ امید کی جاتی ہے کہ ہر شخص ان سے بچنے کی کوشش کرے گا۔

(۱) اَلْمَشَّاؤُنَ بِالنَّمِيمَةِ:- نبی کریم علیہ السلام پہلے نمبر پر برے آدمی کی خراب خصلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمارہے ہیں کہ وہ شخص بہت ہی خراب انسان ہے جو چغل خوری اور لگائی بجھائی کرکے نفرت کو ہوا دیتا ہو، جھگڑے کراتا ہو اور لوگوں کے تعلقات کو خراب کراتا ہو۔ آج کل اس طرح کے لوگ عام ہوتے جارہے ہیں جو اختلافات کے موقع پر نہایت خراب اور گھناؤنا کردار ادا کرتے ہیں، ہر ایک کو دوسرے کے خلاف اکساتے ہیں اور ان کی ہمدردی کا دم بھرتے ہیں، ایسے لوگوں کے سلسلہ میں نبی کریم علیہ السلام ایک دوسری روایت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن سب سے بری حالت میں ہوں گے، ارشاد نبویؐ ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِيْ يَأْتِيْ هٰؤُلاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلاءِ بِوَجْهٍ. (متفق عليه، مشكوة ٤١١)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمان مروی ہے کہ قیامت کے دن تم سب سے زیادہ بری حالت میں اس شخص کو پاؤ گے جس کے دو چہرے ہوں، یہاں ایک چہرہ سے آتا ہو اور وہاں دوسرے چہرے سے جاتا ہو۔

(۲) **اَلْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْأَحِبَّةِ :-** نبی کریم علیہ السلام برے انسان کی دوسری خصلت کو ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ دو چاہنے والوں کے درمیان نفرت کی دیوار کھڑی کردے، بیوی کو شوہر کے خلاف، شوہر کو بیوی کے خلاف، بھائی کو بھائی کے خلاف بھڑکا دے، اولاد کو باپ یا چچاؤں کے خلاف کھڑا کردے اور خونی رشتوں میں دراڑیں پیدا کردے۔ آج کل ایسے لوگ کثرت سے پائے جارہے ہیں، جو بظاہر بڑے میٹھے لگتے ہیں؛ لیکن حقیقت میں وہ زہر کی پڑیا ہوتے ہیں، جن کا سینہ حسد اور بغض وعناد سے بھرا ہوا ہوتا ہے، یہ ایسے برے لوگ ہیں جن کے شر سے بچنے کی ہر شخص کو کوشش کرنی چاہئے۔

(۳) **اَلْبَاغُوْنَ الْبُرَاءَ الْعَنَتَ :-** نبی کریم علیہ السلام تیسری خصلت برے آدمی کی ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمارہے ہیں کہ وہ پاکباز اور نیک لوگوں پر بدکاری کا جھوٹا الزام لگاتا ہو، جس سے کچھ ناچاقی ہو، اس پر بدفعلی کا الزام لگادیا، جس سے اختلاف ہوگیا یا جس سے اس کی عزت وشہرت اور ترقی کی وجہ سے حسد ہوگیا تو اس کو ذلیل وخوار کرنے کے لئے ناجائز تعلقات کی بے بنیاد بات اڑادی، خواہ اس طرح کسی مرد کو بے آبرو کیا گیا ہو یا کسی عورت کو، خواہ جان بوجھ کر کیا گیا ہو یا انجانے میں بلا کسی تحقیق کے محض کسی سے سن کر ایسی بات اڑادی ہو، گناہ کبیرہ ہے، جس کی معافی کی اس کے علاوہ کوئی شکل نہیں ہے کہ جس پر یہ جھوٹا الزام لگایا گیا ہے اس سے معافی مانگ لی جائے اور اس کی برأت اور اپنی غلطی کا برملا اظہار کیا جائے۔

آج کا مسلم سماج اوپر ذکر کردہ تینوں طرح کے عیوب اور خرابیوں سے بھرا پڑا ہے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو برے لوگوں اور بری عادتوں سے بچائے اور اچھے بندوں میں شامل فرمائے۔ (آمین)

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ.

افاداتِ قرآنیہ:

اِفادات: سورۂ جن

افادات: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نور اللہ مرقدہٗ
ضبط وترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد زید صاحب مظاہری ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّہُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا. یَھْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِہٖ. (آپ اُن لوگوں سے کہئے کہ میرے پاس اس بات کی وحی آئی ہے کہ جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن سنا۔ پھر اپنی قوم میں واپس جا کر اُنہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے، جو راہِ راست بتلاتا ہے، سو ہم تو اس پر ایمان لائے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے شیاطین آسمان تک پہنچ کر فرشتوں کی باتیں سنتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اُن کو شہاب ثاقب کے ذریعہ اس سننے سے روک دیا گیا۔ اسی حادثہ کی تحقیق کے لئے یہ جنات آپ تک پہنچے تھے، اور اُنہوں نے آپ کا قرآنِ پاک سنا تھا، جناتوں کا ایک وفد اس بات کی تحقیق کے لئے تہامہ پہاڑ مقام نخلہ میں پہنچا تھا، وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ صبح کی نماز جماعت سے ادا کر رہے تھے، جنات کے اس وفد نے جب قرآنِ پاک سنا تو قسمیں کھا کر کہنے لگے کہ اللہ کا یہی کلام ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل اور مانع بنا ہے، یہ لوگ یہاں سے لوٹے اور جا کر اپنی قوم سے یہ قصہ بیان کیا، جس کا ذکر اِن آیتوں میں ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفصیل لکھی ہے۔

جناتوں کی عمریں

فرمایا کہ جناتوں کی عمریں بہت ہوتی ہیں، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ابن جوزیؒ کی کتاب ''کتاب الصفوۃ'' کے حوالہ سے حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ اُنہوں نے ایک مقام پر ایک بوڑھے جن کو دیکھا کہ بیت اللہ کی طرف نماز پڑھ رہا ہے، اور وہ اُون کا جبہ پہنے ہوئے تھا، جس پر بڑی رونق معلوم ہوتی تھی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت سہل کہتے ہیں

کہ میں نے اُن کو سلام کیا، اور اُنہوں نے سلام کا جواب دے کر بتلایا کہ تم اس جبہ کی رونق سے تعجب کررہے ہو؟ یہ جبہ سات سو سال سے میرے بدن پر ہے، اسی جبہ میں میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی، پھر اسی جبہ میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور میں اُن جناتوں میں سے ہوں جن کے بارے میں سورۂ جن نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری)

حضرت شاہ اہل اللہ صاحب دہلویؒ کا واقعہ

اسی سیاق میں حضرت نے فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چچا حضرت شاہ اہل اللہ صاحبؒ کا قصہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ وہ مسجد میں قرآنِ پاک کی تلاوت کررہے تھے کہ اتنے میں ایک سانپ نمودار ہوا، شاہ صاحب نے اُس کو قتل کرڈالا، تھوڑی دیر میں دیکھا کہ دو شخص آئے اور شاہ صاحب سے کہا کہ چلئے بادشاہ سلامت نے آپ کو بلایا ہے، شاہ صاحب کو جنگل کی طرف لے گئے اور کہا کہ آنکھیں بند کیجئے، شاہ صاحب نے آنکھیں بند کیں اور اندر پہنچ گئے، دیکھا کہ ایک بڑا مجمع ہے، مجلس عدالت قائم ہے، بادشاہ تخت پر بیٹھا ہوا ہے اور سامنے ایک جنازہ بھی رکھا ہوا ہے، بادشاہ نے کہا کہ آپ نے اس بچہ کو قتل کیا ہے، شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے کسی کو قتل نہیں کیا، بادشاہ نے کہا کہ آپ نے کسی سانپ کو قتل کیا ہے؟ فرمایا کہ ہاں! بادشاہ نے کہا کہ وہی تو مقتول بچہ ہے یہ اس کا جنازہ رکھا ہوا ہے، اس کا تم سے قصاص لیا جائے گا، قتل کا بدلہ قتل شرعی حکم ہے، مجمع میں سے ایک بہت بوڑھے جنات نے کہا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی کو اس کی غیر اصلی حالت میں یعنی اس کی بدلی ہوئی شکل میں قتل کردے، تو اس کا قصاص نہیں ہوگا، یعنی اس کے بدلہ میں اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، چناں چہ شاہ صاحب سے قصاص نہیں لیا گیا۔ شاہ صاحبؒ مقدمہ اقدمہ تو بھول گئے، فوراً جاکر اُن صحابی جن سے جاکر ملاقات کی، مصافحہ کیا، ان کے ہاتھ چومے کہ آج اتنا بڑا اشرف حاصل ہوگیا کہ جنات صحابی سے ملاقات ہوگئی، فرمایا کہ جناتوں کی بہت عمریں ہوتی ہیں، ہزار ہزار برس تک زندہ رہتے ہیں۔ (یہ قصہ تذکرۃ الرشید ۱/۱۰۱ میں بھی لکھا ہے)

سانپوں کو مارنے کے متعلق شرعی ہدایت

بعض سانپ جنات بھی ہوتے ہیں، اسی واسطہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ سانپوں کو فوراً نہیں مارنا چاہیے، ہوسکتا ہے کہ وہ جنات ہو؛ کیوں کہ بہت سے جنات سانپ کی شکل میں رہتے ہیں، اور جو سانپ

زیادہ عمر والے ہوتے ہیں، کہیں آتے جاتے نہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں جگہ اتنے دنوں سے اتنے سالوں سے سانپ رہتا ہے، عموماً وہ سانپ جنات ہوتا ہے، اسی لئے شرعی حکم یہ ہے کہ جب گھروں میں سانپ دیکھو تو فوراً مت مارو؛ بلکہ ان کو پہلے تین مرتبہ آگاہ کردو کہ ہم تم کو مارنے جارہے ہیں، اگر تم کچھ اور ہو تو بھاگ جاؤ، اگر جنات ہوگا تو فوراً غائب ہوجائے گا۔

احقر راقم الحروف نے عرض کیا کہ جب اس طرح کہا جائے گا تو حقیقی سانپ بھی اتنی آہٹ اور حرکت سن کر بھاگ جائے گا، جنات ہو یا نہ ہو، حضرت نے فرمایا کہ اگر واقعی سانپ ہوگا تو سانپ کی شکل میں بھاگے گا، اور اگر جنات ہوگا تو اِک دم سے غائب ہوجائے گا، دیکھتے دیکھتے ہی نگاہوں سے غائب ہوجائے گا۔

مدرسوں میں جنات بھی پڑھتے ہیں

ایک طالب علم نے عرض کیا کہ کیا مدرسوں میں بھی جنات رہتے ہیں؟ فرمایا کہ عموماً ہر مدرسہ میں رہتے اور پڑھتے ہیں، اور اگر ان مدرسوں میں نہ رہیں اور نہ پڑھیں تو کہاں پڑھیں؟ تم لوگوں میں سے بھی کوئی جنات ہوسکتا ہے، وہ بھی تمہاری طرح رہتے اور پڑھتے ہیں۔ احقر راقم الحروف نے عرض کیا کہ جناتوں کے بھی تو مدرسے ہوتے ہوں گے، وہاں بھی پڑھتے ہوں گے؟ حضرت نے فرمایا کہ ان تمام باتوں میں جنات انسان کے تابع ہیں، اور ہوسکتا ہے کہ ان کے مدرسے بھی ہوتے ہوں، مجھے معلوم نہیں؛ لیکن عام طور سے اِنہیں مدارس میں پڑھتے ہیں۔

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے جنات شاگرد کا واقعہ

حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ تحریک کے زمانہ میں بنگال کے علاقہ سلہٹ میں کافی عرصہ رہے ہیں، وہاں حضرت مدنیؒ کے ماننے والے کافی لوگ ہیں، جب حضرت مدنیؒ وہاں مقیم ہوئے تو ایک شخص ملاقات کے لئے آیا اور کہا کہ حضرت آپ نے مجھے پہچانا؟ میں جنات ہوں، آپ سے پڑھا کرتا تھا، فلاں سال میں فلاں نامی لڑکا میں ہی تھا۔ حضرت مدنی نے فرمایا کہ میں پریشان ہوں اور تم میری مدد نہیں کرتے، جنات شاگرد نے عرض کیا کہ حضرت ہم تو لوگوں کے بیچ میں ایسے رہتے ہیں جیسے ۳۲؍دانتوں کے بیچ میں ایک زبان، اس لئے بالکل خاموش رہتے ہیں، کفار جنات ہم سے زیادہ ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جس طرح انسانوں میں کفار زیادہ ہیں، اسی طرح جناتوں میں بھی کفار اور خبیث زیادہ ہیں، اگر جنات مسلمانوں کی اس طرح کے موقعوں میں مدد کریں تو وہ بھی کفار کی مدد کریں گے۔

بزرگوں سے بھی جنات پڑھتے اور تعلق رکھتے ہیں

ایک طالب علم نے عرض کیا کہ حضرت آپ سے بھی جنات پڑھتے ہیں؟ فرمایا الگ سے نہیں، اسی طرح درجوں میں بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور کہاں نہیں پڑھتے؟ ہر جگہ پڑھتے ہیں۔عرض کیا کہ سنا ہے کہ رات کو آپ پڑھاتے ہیں؟ فرمایا نہیں۔کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ نے جنات کو دیکھا ہے؟ فرمایا نہیں؛ البتہ پیر ہلاتے دیکھا ہے، میں سو رہا تھا میرا پیر پکڑ کر ہلا دیا۔احقر نے عرض کیا کہ پیر ہلانے کے ساتھ دیکھا یا صرف پیر کی حرکت ہوئی؟ حضرت نے فرمایا کہ دیکھا نہیں، صرف پیر کی حرکت کو محسوس کیا۔احقر نے عرض کیا کہ ایک مہمان آئے تھے، فرما رہے تھے کہ جنات آپ سے بیعت ہیں اور اصلاحی تعلق بھی رکھتے ہیں، حضرت نے فرمایا مجھے تو معلوم نہیں، انسان کی شکل میں کوئی ہو جاتا ہو تو ہو جاتا ہو، علیحدہ سے نہیں۔احقر نے عرض کیا کہ مشہور ہے کہ جنات رات کو آپ کے پیر دباتے ہیں، اور آپ کمر سے نیچے نصف بدن دبواتے ہیں اوپر نہیں، حضرت نے فرمایا کہ سب جھوٹ ہے، لوگ اس قسم کی باتوں کو بزرگوں کی طرف منسوب کر کے چھاپ دیتے ہیں، اور وہ مشہور ہو جاتی ہیں۔

مدرسہ ہتھورا میں بھی جنات پڑھتے ہیں

حضرت نے فرمایا البتہ مدرسہ میں جنات رہتے ہیں، کئی مرتبہ اس کا اندازہ ہوا، ایک مرتبہ حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی تشریف لائے تھے، ابھی جلدی اسی مرتبہ، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا بھائی آج رات تمہارے شاگردوں نے سونے نہیں دیا، بہت پریشان کیا، جنات لڑکوں کی شکل میں عقیدت ومحبت میں آئے تھے، خدمت کر رہے تھے، اس کی وجہ سے حضرت مفتی صاحب سو نہیں سکے۔مولوی شبیر صاحب سوتی والے ایک مرتبہ چھت پر اوابین کی نماز پڑھ رہے تھے، کسی نے آ کر ایک ہاتھ مارا اور کہا کہ بار بار منع کرتا ہوں کہ یہاں نہ پڑھو مانتے نہیں، اس لئے مدرسہ میں رہنا تو یقینی ہے، دیکھتے نہیں آئے دن کہیں کسی کو پٹخ دیا، کسی کو پریشان کیا، جب ان کو کوئی پریشان کرتا ہے تو وہ بھی پریشان کرتے ہیں، کیوں کوئی کسی کو پریشان کرے؟

قاری عبد الرحمٰنؒ اور مولانا لطف اللہؒ کے شاگرد جنات کا حال

فرمایا کہ مجھ سے تو رات میں جنات نہیں پڑھتے؛ البتہ میرے والد صاحبؒ کے اُستاذ مولانا لطف اللہ صاحبؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ رات کے کسی خاص وقت میں کسی کو اُن کے پاس آنے کی اجازت نہیں تھی، اُس وقت میں وہ صرف جناتوں کو پڑھاتے تھے۔حضرت قاری عبد الرحمٰن صاحب پانی پتی رحمۃ

اللہ علیہ کے بارے میں مشہور ہے کہ ان سے بھی جنات پڑھا کرتے تھے، ان کا تو ایک عجیب واقعہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ کھیت سے گھر میں غلہ آیا تھا، اس کی وجہ سے گھر میں کافی کام تھا، صفائی وغیرہ کرنی تھی، حضرت قاری صاحب نے سبق پڑھایا اور کچھ طلبہ کو لے کر صفائی کرانے کے لئے گھر آئے، تو دیکھا کہ گھر میں پہلے سے صفائی ہو چکی ہے، پورا گھر بالکل صاف ہے، گھر میں پوچھا کہ کس نے صاف کیا؟ کہا کہ آپ ہی نے اپنے شاگردوں کو بھیجا تھا، کچھ لڑکے آئے تھے اور کہا کہ پردہ میں ہو جایئے، صفائی کرنا ہے، میں پردہ میں ہو گئی، وہ صفائی کر کے چلے گئے، وہ سب جنات تھے۔

جناتوں کو تبلیغ کرنا

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حدیثوں میں لیلۃ الجن کا جو واقعہ مذکور ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناتوں کو تبلیغ کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے، اور اسی سفر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے، وہ واقعہ اس سے مختلف ہے۔ یہاں تو جناتوں کا خود آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآنِ کریم سننے اور پھر ایمان لانے کا ذکر ہے، اور حدیثوں میں جو قصہ آیا ہے اس میں آپ کا بالقصد جنات کو تبلیغ اور دعوت کے لئے مکہ مکرمہ کے قریب جنگل میں جانے کا ذکر ہے، یہ واقعہ اُس واقعہ کے بعد کا ہے، اس کے علاوہ چھ مرتبہ جناتوں کے وفود آنے کا ذکر حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے۔

احقر نے عرض کیا کہ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناتوں کو تبلیغ فرمائی تھی، علماء کرام تو نبی کے وارث اور جانشین ہیں، علماء کو بھی چاہئے کہ جناتوں کو تبلیغ کریں، حضرت نے فرمایا کہ واجب تو نہیں ہے، کریں تو کر سکتے ہیں، پہلے وہ تبلیغ کریں جو اُن پر واجب ہے؛ البتہ خود جنات اس بات کے مکلّف ہیں کہ وہ اپنی اصلاح کریں، لکھیں پڑھیں، علم دین حاصل کریں، تبلیغ کریں، خواہ آپس میں مذاکرہ کر کے یا دوسرے لوگوں سے اور انسانوں سے سیکھ کر، اپنوں میں اصلاح وتبلیغ کے وہ بھی مکلّف ہیں، انسان اس کے مکلّف نہیں کہ جناتوں کو تبلیغ کریں۔

ایک واقعہ

مدراس کی طرف سے ایک معزز مہمان آئے تھے اور کئی روز رہے، وہ پورے یقین سے کہہ رہے تھے کہ یہاں بہت جنات پڑھتے ہیں، میں اشارہ اور تعیین کے ساتھ بتلا سکتا ہوں؛ لیکن اطلاع کے بعد پھر

وہ اس حال میں رہیں گے نہیں، ان کا نقصان ہوگا۔ وہ صاحب حضرت کے پاس اسی نوع کا ایک خاص مقصد لے کر آئے تھے، اور حضرت سے بیعت بھی ہوئے؛ لیکن حضرت سے اپنا اصل مقصد کہنے کی ان کی ہمت نہ ہوئی، واپس جا کر انہوں نے حضرت کو خط لکھا کہ میں حضرت والا کے پاس اس غرض سے حاضر ہوا تھا کہ جناتوں کے بادشاہ اور سردار مشتری اور مریخ جو عمل کے ذریعہ بھی کسی کے قبضہ میں نہیں آتے، وہ صرف اولیاء اللہ کے قبضہ میں ان کی ولایت کی وجہ سے ہو جاتے ہیں، اور وہ حضرت والا کے معتقد اور حضرت کے تابع ہیں، ورنہ ویسے عمل کے ذریعہ وہ کسی کے تابع نہیں ہوتے، بہت اونچی شخصیت ہیں، میں حضرت والا کے پاس اس غرض سے حاضر ہوا تھا کہ حضرت ایک مرتبہ ان سے کہہ دیجئے، اشارہ فرما دیجئے کہ ان کا مجھ سے تعلق ہو جائے، وہ آپ کے حکم کے منتظر ہیں، میری کوئی غلط نیت نہیں، میں کوئی غلط کام نہیں کراؤں گا، میں اچھی نیت سے دعوت وتبلیغ کی غرض سے ان سے تعلق کرنا چاہتا ہوں، اس کے ذریعہ سے بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہوں گے۔ اِس طرح کی باتیں انہوں نے حضرت کے پاس خط میں لکھیں۔

احقر راقم الحروف نے ڈاک لکھواتے وقت حضرت کی خدمت میں یہ خط فجر سے پہلے پیش کیا، مضمون پڑھ کر بتلایا، اور حضرت سے احقر نے پوچھا کہ حضرت اُنہوں نے جو یہ باتیں لکھی ہیں کہ جناتوں کے بادشاہ ہیں، آپ کے معتقد ہیں وغیرہ وغیرہ، کیا یہ صحیح ہے؟ تو حضرت مسکرائے اور فرمایا کہ مجھے تو کچھ پتہ ہی نہیں، مجھے کچھ نہیں معلوم، کیا وہ اسی غرض سے مجھ سے بیعت ہوئے تھے، اس کے بعد حضرت نے ان کے خط کا جواب لکھا، جو درج ذیل ہے:

مکرمی السلام علیکم .... خط ملا، مجھے اس قسم کی چیزیں کچھ نہیں معلوم، میں خود اتباعِ سنت کی خواہش رکھتا ہوں، اور دوسروں کے لئے بھی یہی پسند کرتا ہوں، دنیا میں آنے کی یہی غرض ہے کہ آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اپنی ساری زندگی گذار دے، یہی کامیابی کا راستہ ہے، آپ نے جو حکایات لکھی ہیں، یہ سب بے سند باتیں ہیں، خدا کا بندہ بنئے، اس کی بندگی کیجئے، ان سب چکروں میں نہ پڑیئے، اس میں سراسر نقصان ہی نقصان ہے، میرا حال یہ ہے:

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

والسلام

بسا اوقات کسی کی تعریف کرنا اس کی گمراہی اور تکبر کا سبب بن جاتا ہے

وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا: (بہت سے لوگ آدمیوں میں سے ایسے تھے کہ وہ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ لیا کرتے تھے۔ سو اُن آدمیوں نے اُن جناتوں کی بددماغی اور بڑھادی کہ وہ اس وہم میں مبتلا ہوئے کہ جنات کے سردار تو پہلے سے تھے، اب آدمی بھی ہم کو بڑا اور سردار سمجھنے لگے، اس سے ان کی بددماغی بڑھی اور کفر وعناد پر اور زیادہ مصر ہوگئے)

اِس آیت میں مؤمن جنات نے یہ بیان کیا ہے کہ جاہلیت کے لوگ جب کسی جنگل میں قیام کرتے تو اس جنگل کے جنات کی پناہ مانگتے تھے، اس سے جنات یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم تو انسان سے بھی افضل ہیں کہ انسان بھی ہماری پناہ لیتا ہے، اس بات نے جنات کی گمراہی میں اور اضافہ کردیا۔

اِس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں نے بھی جناتوں کی دہائی دینا شروع کردی تھی، جب وہ جنگل جاتے تھے تو وہ شیطانوں سے پناہ مانگتے تھے، شیطان جنات خوش ہوتے تھے کہ اب تو ہم انسانوں کے بھی سردار بن گئے، انسانوں نے ان کے دماغ خراب کردئے کہ وہ بھی ان کے آگے جھکنے لگے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بسا اوقات بعض لوگوں کی تعریف کرنا، اُن کے سامنے جھکنا، ان کے تکبر اور سرکشی کا ذریعہ بن جاتا ہے، ہر ایک تعریف کو برداشت نہیں کرپاتا۔ بعض لوگوں میں تعریف کی وجہ سے تکبر پیدا ہوجاتا ہے، پھر وہ اپنے کو بہت اچھا سمجھنے لگتا ہے، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے منہ کے سامنے تعریف کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس سے مراد وہی لوگ ہیں جو تعریف کی وجہ سے تکبر میں مبتلا ہوجائیں؛ کیوں کہ تکبر پیدا ہوجانے کے بعد پھر اس کے اندر کوئی بھلائی باقی نہیں رہتی، خواہ ظاہری طور پر وہ کتنے ہی اچھے عمل کرتا ہو اور بظاہر اس میں کتنی ہی خوبیاں پائی جاتی ہوں؛ لیکن وہ سب دیکھنے کی ہیں، کھوکھلی ہیں، ان میں روح اور جان نہیں، نماز کا خول ہے؛ لیکن روح نہیں، عبادت کی صورت ہے حقیقت نہیں، ہر عمل کا ڈھانچہ تو ہے؛ لیکن اس میں روح نہیں، تکبر آدمی کے عمل کو جلادیتا ہے، اس لئے اپنے اندر تکبر کبھی نہیں ہونا چاہئے، اس کے بعد آدمی میں کوئی خوبی اور بھلائی نہیں، اسی لئے بزرگوں کی خدمت میں رہ کر اپنے نفس کا علاج کرانا چاہئے، یہ مرض نہ پیدا ہونے پائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں، آمین۔

طالبِ علم کے آداب

تحریر: اُستاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمی نور اللہ مرقدہٗ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

ترتیب: مولانا مفتی عبید اللہ شمیم قاسمی جامعہ اسلامیہ مظفرپور اعظم گڈھ

اُستاذ الاساتذہ حضرت الاستاذ مولانا عبدالحق صاحب اعظمی نور اللہ مرقدہٗ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند موقع بموقع طلبہ کو قیمتی نصائح سے مالامال فرمایا کرتے تھے، خاص طور پر درس کے آغاز میں نیز ختم بخاری شریف کے پروگراموں میں طلبہ اور علماء سے متعلق ضروری ہدایات بہت مؤثر انداز میں پیش فرماتے تھے۔
یہ بات قابل شکر ومسرت ہے کہ حضرتؒ کے عزیز جناب مولانا مفتی عبید اللہ شمیم قاسمی زید علمہ کے ذریعہ سے ہمیں ’’طالب علم کے آداب‘‘ سے متعلق حضرت والا کی درج ذیل گراں قدر تحریر موصول ہوئی، جو حرزِ جاں بنائے جانے کے لائق ہے۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ اصل تحریر میں عربی عبارات کے ترجمے نہیں تھے، اُن کا بین القوسین اِضافہ کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: (مرتب)

نحمده ونصلي على رسوله الكريم، أما بعد:

طالب علم کے لیے مندرجہ ذیل امور کا لحاظ کرنا ضروری ہے

(۱) حسن نیت وتصحیح نیت اور اخلاص للہ اور اجتناب واحتراز عن غرض الدنیا۔ چنانچہ ابوداؤد وابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے: **مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغِيْ بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ لاَ يَتَعَلَّمُهٗ إِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.** (سنن أبي داود ۵۱۵/۲ رقم: ۳۶۶۴، سنن ابن ماجة: ۲۵۲) (یعنی جو شخص ایسے علم کو جس سے اللہ کی رضا حاصل کی جاسکتی ہے، صرف دنیا کے مفاد کے لئے سیکھے تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا)

حضرت حماد بن سلمہؒ فرماتے ہیں: **مَنْ طَلَبَ الْحَدِيْثَ لِغَيْرِ اللّٰهِ مُكِرَ بِهٖ.** (جو شخص علم حدیث اللہ کی رضا کے علاوہ کسی اور مقصد سے حاصل کرے تو وہ دھوکہ میں ہے)

ایک شخص نے یہ حدیث سنی: ’’**مَنْ أَخْلَصَ لِلّٰهِ أَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا فَجَرٰى يَنَابِيْعَ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰى لِسَانِهٖ**‘‘. (جو شخص اِخلاص کے ساتھ ۴۰؍دن تک کوئی نیک عمل کرے تو حکمت کے چشمے اُس کے دل سے زبان پر جاری ہوجاتے ہیں) پھر اُس نے حکمت کے حصول کی نیت سے ۴۰؍دن تک کوئی عمل کیا مگر حکمت سے محروم رہا، تو خواب میں کسی نے ندا دی کہ ’’تو نے یہ عمل حکمت کے لئے کیا، اس لئے اخلاص کے مفقود ہونے سے اس کا ثمرہ مفقود ہوگیا‘‘۔ **لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوٰى.**

(۲) اللہ جل شانہ سے علم کی توفیق اور آسانی اور اس پر اعانت کی درخواست ودعا وسوال برابر کرتا رہے۔

(۳) طالب علم کو چاہئے کہ اخلاق حمیدہ اور آداب مرضیہ کو ہمہ وقت ملحوظ رکھے اور اپنی زندگی میں اس کا استعمال برابر کرتا رہے۔

حضرت ابو عاصم نبیلؒ فرماتے ہیں: جو شخص علم حدیث کا طالب ہے وہ اُمور دین میں سب سے بہتر اور بلند شیٔ کا طالب ہے اس لئے اس کو سب سے بلند اور بہتر (کیرکٹر) کردار کا ہونا ضروری ہے؛ تاکہ بہتر شی بہتر جگہ پر رہ کر بہتر اثرات ونتائج پیدا کریں، حدیث میں وارد ہے: **مَنِ ازْدَادَ عِلْمًا وَلَمْ يَزْدَدْ وَرْعًا لَمْ يَزْدَدْ مِنَ اللهِ إِلَّا بُعْدًا.** (جو شخص زیادہ علم حاصل کرکے ورع وتقویٰ میں زیادتی نہ کر پائے وہ اللہ سے اتنا ہی زیادہ دور ہو جائے گا)

(۴) طالب علم کو چاہیے کہ تحصیل علم کے لیے اپنے کو جملہ اُمور دنیویہ سے فارغ ہو کر اپنی کوشش کو تحصیل علم ہی میں خرچ کرے، وقت اور موقع کو غنیمت خیال کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مسلم شریف میں مروی ہے: **اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللهِ وَلَا تَعْجِزْ.** (صحيح مسلم: ٢٦٦٤) (اپنے لئے نفع بخش چیز کے مشتاق رہو، اور اللہ سے مدد چاہو اور عاجز مت بنو)

حضرت یحییٰ بن کثیرؒ فرماتے ہیں: **لَا يُسْتَطَاعُ الْعِلْمُ بِرَاحَةِ الْجِسْمِ.** (مسلم شريف / كتاب الصلوٰة) (یعنی جسمانی راحت کے ساتھ علم (کی برکات) نصیب نہیں ہوتیں)

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں: **لا يفلح من طلب هذا العلم بالتملل وغنى النفس؛ ولكن من طلبه بذلة النفس وضيق العيش وخدمة العلم أفلح، ولله در القائل:**

يغوص العلم من طلب اللآلي ❖ ومن طلب العلى سهر الليالي.

(جو شخص علم دین کو اُکتاہٹ اور بے نیازی کے ساتھ حاصل کرے وہ کامیاب نہیں ہوسکتا؛ البتہ جو شخص ذلت نفس، تنگ عیشی اور علم کی خدمت کے جذبہ کے ساتھ اُسے حاصل کرتا ہے وہ کامیاب ہوتا ہے۔ کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا: ''موتیوں کا طلب گار علم کے سمندر میں غوطہ زن ہوتا ہے، اور جو سر بلندی کا طالب ہے وہ راتوں کی نیند قربان کرتا ہے'')

(۵) طالب علم کو اولاً مبادی یعنی نحو صرف وغیرہ کا پڑھنا ضروری ہے، اس واسطے کہ اس علم شریف یعنی حدیث پاک کی تلاوتِ عبارت میں بغیر نحو وصرف کے غلطیاں واقع ہو جائیں گی، اور بقول امام اصمعیؒ زبردست اندیشہ ہے کہ کہیں قاری اس وعید کا مستحق نہ ہو جائے جو واضعین حدیث کے بارے میں حضرت نے فرمائی ہے:

"مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ" (جوشخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے) کیوں کہ جو عبارت یہ پڑھ رہا ہے وہ عبارت حضرت کے دہن مبارک سے نہیں نکلی ہے، اس لیے طالب حدیث پر واجب ہے کہ اتنی نحو وصرف ولغت ضرور جانے جس سے لحن وتحریف سے محفوظ ہو جائے۔

(۶) اولاً اپنے شہر و دیار کے علماء کبار سے درجہ بدرجہ اس علم کو حاصل کرے، پھر دیگر بلاد کے علماء ومحدثین کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرے، کیوں کہ بقول خطیب بغدادیؒ سفر سے مقصود دو چیزیں ہوتی ہیں: ایک علو سند، دوسرے حفاظ محدثین سے ملاقات اور ان سے استفادہ و مذاکرہ علمی، اور جب اپنے شہر میں یہ غرض پوری ہو رہی ہے اور دوسری جگہ یہ غرض پوری نہیں ہو رہی ہے تو سفر کرنا بے فائدہ ہوگا، اور اگر دوسری جگہ ایسے افراد ہیں تو اولاً اپنے دیار کے شیوخ سے علم حاصل کرے پھر دوسری جگہ کا قصد کرے۔

(۷) تحمّلِ حدیث میں کسی قسم کی حرص اور تساہلی مانع نہ بنے۔

(۸) جہاں جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آئے صلوٰۃ وسلام کا التزام کیا جائے، اور جہاں کہیں صحابی کا نام آئے وہاں ترضی کو لازم پکڑے، اور جہاں کہیں علماء ومشائخ کا ذکر ہو اس جگہ ترحم ضروری سمجھے، کاہلی اور تساہلی کو راہ نہ دے۔

(۹) جو احادیث عبادات وآداب وفضائل اعمال سے متعلق ہوں ان پر خواہ ایک ہی مرتبہ عمل کر لینے سے وہ احادیث محفوظ ہو جاتی ہیں، اور یہی ان کی زکوٰۃ ہے۔

حضرت عمرو بن قیس ملائیؒ فرماتے ہیں: **إذا بلغک شيء من الخبر فاعمل به ولو مرة تكن من أهله**۔ (اگر تم کو کسی نیکی کے بارے میں کوئی بات پہنچے تو اُس پر ایک ہی مرتبہ سہی: عمل کرلو، تو تم اُس نیکی کرنے والوں میں شامل ہو جاؤ گے)

اور حضرت وکیعؒ بھی یہی فرماتے ہیں: **إذا أردت أن تحفظ الحديث فاعمل به**۔ (اگر تم حدیث یاد کرنا چاہتے ہو تو اُس پر عمل کرو)

حضرت ابراہیم بن اسماعیل بن مجمعؒ کا ارشاد ہے: **كنا نستعين على حفظ الحديث بالعمل به**۔ (ہم عمل کے ذریعہ حدیث یاد کرنے پر مدد چاہا کرتے تھے)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ ارشاد فرماتے ہیں: **ما كتبت حديثًا إلا وقد عملت به حتى مرّ بي أن النبي ﷺ احتجم وأعطى أبا طيبة دينارًا فاحتجمت وأعطيت دينارًا**۔ (جو بھی حدیث میں نے لکھی اُس پر میں نے عمل کیا، یہاں تک کہ میرے سامنے یہ بات آئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا اور ابوطیبہ (جنھوں نے پچھنا لگایا تھا) کو بطور اُجرت ایک دینار عطا فرمایا، تو میں نے بھی پچھنا لگوا کر ایک دینار دیا)

(۱۰) طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ اپنے استاذ کا احترام کرے، استاذ کی تعظیم درحقیقت علم کی تعظیم ہے، اور یہ علم کے نفع کا سبب ہے، مغیرہؒ فرماتے ہیں کہ ہم ابراہیم نخعیؒ کی عظمت وہیبت اس طرح محسوس کرتے تھے جیسے بادشاہ کی عظمت وہیبت محسوس کرتے ہیں۔

حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں: **ما رأيت أوقر للمحدثين من يحيى بن معين** ۔(میں نے یحییٰ بن معین سے زیادہ باوقار محدث کسی کو نہیں دیکھا)

امام بیہقیؒ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے: **تواضعوا لمن تعلمون منه** ۔ (جن سے تم علم حاصل کرو، اُن کے سامنے تواضع اختیار کیا کرو)

حضرت ابوعبید بن القاسمؒ نے فرمایا: **ما دققت على محدث بابه قط، لقوله تعالى:** ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ. (الحجرات:) (میں نے کسی بھی محدث کے دروازہ کو نہیں کھٹکھٹایا؛ اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اگر وہ صبر کرتے تا آں کہ آپ اُن کے پاس خود نکل کر تشریف لاتے تو اُن کے لئے بہتر ہوتا'')

(۱۱) دوسرے علماء کے احترام کے ساتھ ساتھ اپنے شیخ واستاذ کی عظمت وافضلیت علی الغیر کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔ علامہ خلیلی نے کتاب الارشاد میں حضرت امام ابویوسفؒ سے نقل کیا ہے: **من لا يعرف لأستاذه لا يفلح.** (کتاب الارشاد: ۵۶۹/۲) (جو اپنے اُستاذ کی فضیلت سے واقف نہ ہو وہ فلاح نہیں پاسکتا)

(۱۲) استاذ کی رضا جوئی ہمہ وقت ملحوظ رہے، اس کے غضب وغصہ سے برابر اجتناب کرتا رہے۔

(۱۳) اس کی مجلس میں بغیر اس کی رضا کے طویل قیام اور طویل کلام نہ کرے جس سے اس کی طبیعت پر گرانی ہو، بلکہ جس قدر انشراح قلب اور نشاط طبع سے بیان کرے اسی پر قناعت کرے، کیوں کہ گرانی طبع افہام وتفہیم میں تغیر پیدا کرنے والی چیز ہے اور بدخلقی اور نرم طباع کو سخت بنادینے والی چیز ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اسماعیل بن خالدؒ جو احسن الناس خلقاً تھے، لوگوں کے ان کی مجلس علم میں ڈٹے رہنے کی وجہ سے اور ہر وقت سوالات علمیہ کرنے کی وجہ سے ان کے اندر سختی اور بدمزاجی پیدا ہوگئی تھی، حافظ ابن صلاح فرماتے ہیں: ایسے طالب علم پر عموماً استاذ وشیخ کی صحبت سے محرومی اور غیر منتفع بہ ہونے کا اندیشہ رہتا ہے، چنانچہ انہوں نے امام زہریؒ سے نقل کیا ہے کہ: **إذا طال المجلس كان للشيطان فيه نصيب.** (جب مجلس لمبی ہوتی ہے تو اُس میں شیطان کا حصہ ہوجاتا ہے)

(۱۴) اور طالب علم استاذ سے اپنے ہر امور میں مشورہ وصلاح لیتا رہے کہ کس طرح سے مطلوبہ علم

کوحاصل کرے، اس کے حصول کی کیا صورت ہوگی، اوراستاذ پر بھی ضروری ہے کہ تلمیذ کی خیرخواہی پیشِ نظر رہے اور جب وہ ایک مقدار علم حاصل کرلے تو پھر دوسرے کی طرف رہنمائی کرتا رہے اور علوم کو تلامذہ سے مخفی نہ رکھے ورنہ اس کا علم نفع بخش نہیں ہوگا، کیوں کہ علوم کی برکت بالخصوص علم حدیث کی برکت اس کی نشرواشاعت اور تعلیم وتعلم ہی سے ہے۔

مشہور محدث یحییٰ بن معینؒ اوراسحاق بن راہویہؒ کا قول مشہور ہے: **من بخل بالحديث و كتم عن الناس لم يفلح**۔ (جو شخص اَحادیث بیان کرنے میں بخل کرے، اورلوگوں سے چھپائے تو وہ کامیاب نہ ہوگا)

حضرت عبداللہ بن المبارکؒ فرماتے ہیں: **من بخل بالعلم ابتلي بثلاث: إما أن يموت فيذهب علمه أو ينسى أو يتبع السلطان**۔ (جو شخص علم میں بخل کرتا ہے تو وہ تین میں سے کسی ایک بات میں مبتلا ہوجاتا ہے: (۱) یا تو اُس کی موت ہوجاتی ہے اور اُس کا علم ضائع ہوجاتا ہے (۲) یا وہ علم بھول جاتا ہے (۳) یا سرکاری حکام کا دریوزہ گر بن جاتا ہے) (نعوذ باللہ منہ)

اسی سے ملتی جلتی بات حضرت سفیان ثوریؒ سے بھی منقول ہے، اور اُس میں یہ اضافہ ہے کہ ایسے شخص کی تحریرات اور کتابیں ضائع ہوجاتی ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ مرفوعاً ارشاد فرماتے ہیں: **إخواني تناصحوا في العلم، ولا يكتم بعضكم بعضًا فإن خيانة الرجل في علمه أشد من خيانته من ماله**۔ (میرے بھائیو! علم میں خیرخواہی کرو، اور آپس میں علم نہ چھپاؤ؛ اِس لئے کہ علمی خیانت مالی خیانت سے بڑھ کر ہے)

بعض مشائخ سے کتمان کا ثبوت ملتا ہے تو ان حضرات کا منشاء نااہلوں سے کتمان ضروری ہے ورنہ بجائے صلاح کے فساد پیدا ہوگا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دینی کتب بطور عاریت نہ دینا کتمان علم ہے، مگر ناکارہ عبدالحق ایک قید یہاں بھی لگاتا ہے کہ ان نااہلوں کو جو کتابوں کی حفاظت نہ کرسکیں، اور کتابوں کے ضیاع کا اندیشہ ہو، ایسے کو کتاب نہ دینا یہ کتمان علم میں داخل نہیں ہے۔

حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **أول بركة الحديث إعارة الكتب**۔ (علم حدیث کی پہلی برکت کتابوں کو عاریت پر دینا ہے)

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ﴾ اوراعارت کتب اہم ماعون میں سے ہے، اور مستعیر کو چاہئے کہ جب حاجت پوری ہوجائے تو فوراً واپس کردے۔ امام زہریؒ کا

مقولہ ہے: إِيَّاکَ وَغُلُوْلَ الْكِتَابِ. (کتاب کی خیانت سے بچتے رہو)

(۱۵) شرم وتکبر علم کے حصول سے مانع ہرگز ہرگز نہ بنے خواہ اپنے سے کمتر سے ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت مجاہدؒ کا مقولہ ہے: لاَ يَنَالُ الْعِلْمَ مُسْتَحْيِيٌ وَلاَ مُسْتَكْبِرٌ۔ (شرمیلا اور متکبر شخص علم حاصل نہیں کرسکتا)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے: مَنْ رَقَّ وَجْهُهٗ دَقَّ عِلْمُهٗ. (جو شخص اپنے چہرہ کی عزت کو (علم کی تحصیل میں) قربان کرے گا اُس کا علم گہرا ہوگا)

(۱۶) کتابوں کی تقریر کو غور سے سننا، شوق اور کوشش پیدا کرنا، خواہ کسی کے حرص دلانے سے ہی ہو۔

(۱۷) طالب علم کو چاہئے کہ دقائق علوم میں ہمہ وقت غور اور فکر کرے، کیوں کہ غور وفکر سے آدمی دقائق کو حاصل کرتا ہے اور کسی بات کے کہنے سے پہلے غور وفکر ضرور کرے، تاکہ اس کے کلام میں استواری اور درستگی ہو؛ کیوں کہ کلام کی مثال تیر کی سی ہے، تیر کی طرح اس کو درست کرنا ضروری ہے تاکہ اپنے کلام میں وہ مصیب ہو، اُصولِ فقہ کی ابتدا کی ایک اصل میں ذکر کرتے ہیں: وَهُوَ أَنْ يَكُوْنَ كَلاَمُ الْفَقِيْهِ الْمُنَاظِرِ بِالْمُقَابِلِ. (وہ یہ ہے کہ بحث کرنے والے فقیہ کا کلام بالکل درست ہونا چاہئے (جس پر کوئی انگلی نہ رکھ سکے)

(۱۸) طالب علم کو تورع اور تقوی اختیار کرنا ضروری ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مَنْ لَمْ يَتَوَرَّعْ فِيْ تَعَلُّمِهٖ اِبْتَلاَهُ اللّٰهُ بِإِحْدٰى ثَلاَثَةِ أَشْيَاءَ: إِمَّا أَنْ يُّمِيْتَهٗ فِيْ شَبَابِهٖ، أَوْ يَدْفَعُهٗ فِي الرَّسَاتِيْقِ، أَوْ يَبْتَلِيَهٗ فِيْ خِدْمَةِ السُّلْطَانِ ۔(جو شخص علم حاصل کرنے میں ورع وتقویٰ اختیار نہیں کرتا اُس کو اللہ تعالیٰ تین میں سے کسی ایک بات میں مبتلا فرمادیتے ہیں: (۱) یا تو جوانی میں اُس کو موت دیدیتے ہیں۔ (۲) یا اُس کو دیہاتوں (گمنام جگہوں) میں ڈال دیتے ہیں۔ (۳) یا سرکاری حکام کی خدمت میں اُسے لگادیتے ہیں) طالب علم جس قدر متقی ہوگا اس کا علم اتنا ہی زیادہ نفع بخش ہوگا، اور ورع سے مراد کثرتِ کلام لایعنی اور کثرتِ نوم سے بھی احتراز ہے۔

(۱۹) طالب علم کو بازاری کھانوں سے احتراز کرنا چاہئے؛ کیونکہ بازار اکثر أَقْرَبُ إِلَى النَّجَاسَةِ وَالْخِيَانَةِ ہے اور ابعد عن ذکر اللہ تعالیٰ ہے اور أَقْرَبُ إِلَى الْغَفْلَةِ ہے، فقراء، غرباء کی نگاہیں ان کھانوں پر پڑتی ہیں اور اس کے خریدنے کی ان کو قدرت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو تکلیف ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کی برکت ختم ہوجاتی ہے۔ وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه محمد وآله أجمعين. ❍❖❍

علماء و خطباء اور ائمہ مساجد کے نام

مرجع العلماء، اُستاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خاص مکتوب

اَہم وصیت اور زندگی کی آخری تحریر

شیخ المشائخ، استاذ الاساتذہ، رئیس المحدثین حضرت اقدس مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وفات سے چند روز قبل علماء، خطباء اور ائمہ مساجد کے نام درج ذیل تحریر جاری فرمائی تھی، جس کا ایک ایک لفظ لائق مطالعہ اور ایک ایک ہدایت قابل تقلید ہے۔ علم دین سے وابستہ حضرات کو چاہیے کہ وہ حضرت کی اس روشن تحریر کو بار بار پڑھیں اور اُس پر عمل کی ہر ممکن کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں، آمین۔ (مرتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدهٗ ونصلي علیٰ رسوله الكريم، أعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم. بسم الله الرحمٰن الرحيم.

قال اللّٰه تبارك وتعالیٰ: ﴿كُنتُمۡ خَيۡرَ أُمَّةٍ أُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَأۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنكَرِ﴾ [ال عمران، جزء آیت: ۱۱۰]

وقال اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنَاتُ بَعۡضُهُمۡ أَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ يَأۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنكَرِ﴾ [التوبة، جزء آیت: ۷۱]

گرامی قدر .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اُمید ہے مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔

ایک عرصہ سے دل میں خیال پختہ ہو رہا تھا کہ آں جناب کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا جائے، اس عریضہ کے ذریعہ آپ کی خدمت میں اپنے دلی جذبات کا اور عمومی طور پر ہمارے دینی احوال پر اپنی فکرمندی کا اظہار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو علوم نبوت کا وارث و امین بنایا ہے اور منبر و محراب کے ذریعہ دین حق کے بیان اور تبلیغ و اشاعت کے لیے منتخب فرمایا ہے، یہ ایک بہت بڑا اعزاز بھی ہے اور ذمہ داری بھی، اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے پاس منبر و محراب اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لیے طاقتور ذریعہ ہے اور اس ذریعہ سے امت مسلمہ کے لیے دینی خدمات کا فریضہ کافی حد تک انجام دیا جا رہا ہے؛ لیکن اگر معاشرہ میں

پھیلے فساد و بگاڑ کے ساتھ اپنی سعی و کاوش کا موازنہ کیا جائے تو غالباً ہمیں خود پر شرمندگی ہوگی۔

آج کے دور میں معاشرتی بگاڑ جس قدر بڑھ گیا ہے، اس کا احاطہ کرنا شاید ممکن نہ ہو، پہلے یہ بگاڑ اپنے اثرات کے اعتبار سے محدود ہوتا تھا، بعض مخصوص اَذہان وافراد یا مخصوص طبقات ہی اس کا شکار ہوتے تھے، مگر اب ایسا نہیں ہے، اس بگاڑ نے ہمارے ان طبقوں کو، افراد واشخاص کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے جو امت کے مقتدا اور پیشوا ہیں۔ اخلاقیات کے باب میں وہ تمام برائیاں جن کا تصور کیا جا سکتا ہے ہمارے معاشرے میں پائی جا رہی ہیں، منکرات ومحرمات کا شیوع بڑھ گیا ہے، مسلمانوں کو بے دینی، اخلاقی بے راہ روی اور بد عقیدگی میں مبتلا کرنے کے لئے باطل ہر رنگ وروپ میں اپنی تمام سائنسی ایجادات اور آلات ووسائل کے ساتھ مصروف ہے۔ باطل کے پاس ٹیکنالوجی بھی ہے اور حکومت وقانون کی لاٹھی بھی، وہ اپنے نصاب تعلیم وتربیت اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے دماغوں کو بدل رہا ہے، اور ہمارے معاشرتی نظام میں پوری قوت کے ساتھ شگاف ڈال رہا ہے۔ اگر آپ اس سلسلے میں کچھ جاننا چاہیں تو صرف ایک دن کے اخبارات اٹھا کر دیکھ لیجئے، آپ کو اپنی قوم کے اخلاقی دیوالیہ پن اور باطل کی کامیاب محنتوں کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔ ماہ نامہ ’’وفاق المدارس‘‘ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ کے شمارے میں ہم نے متحدہ امریکہ کے کمیشن برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی کے تعاون سے شائع ہونے والی رپورٹ ’’پاکستان میں عدمِ برداشت کی تدریس‘‘ کا جائزہ پیش کیا تھا، یہ رپورٹ ہم سب کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے۔ باطل نے نہایت مسرت کے ساتھ بتایا ہے کہ اس کا پیغام پورے اثرات کے ساتھ ہر ہر جگہ پہنچ رہا ہے، باطل اپنی محنت سے اس قدر پراُمید ہے کہ اَب وہ دِیدہ دلیری اور دَریدہ دہنی کے ساتھ ہمیں کہہ رہا ہے کہ خاکم بدہن، العیاذ باللہ ہم اِسلام کو سچا دین سمجھنا چھوڑ دیں۔

اِس کے بعد ذرا ہم اپنی ذمہ داریوں اور اپنی مساعی کا جائزہ لیں تو معاف فرمایئے گا بہت حوصلہ شکن صورت حال سامنے آئے گی۔ مجھے کہنے دیجئے کہ ہم میں سے اکثریت، جس کا علوم نبوت پر دسترس کا دعویٰ ہے وہ محض جمعہ کے بے روح بیان پر قانع ہیں یا پانچ وقت کی نماز پڑھا کر خود کو اپنے فرائض سے سبک دوش خیال فرماتے ہیں، حالانکہ وارث علم نبوت ہونے کے ناطے علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ اُمت میں خیر وبھلائی کا حکم کریں اور منکرات کی نکیر کریں۔ دیکھئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس جزم کے ساتھ اور کس وعید کے ساتھ خیر وبھلائی کا حکم ارشاد فرما رہے ہیں:

وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَأْخُذُنَّ عَلٰى يَدِ الظَّالِمِ وَلَتَاطُرُنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ اطْرًا، أَوْ لَيَضْرِبَنَّ اللّٰهُ بِقُلُوْبِ بَعْضِكُمْ عَلٰى بَعْضٍ، ثُمَّ

لِيَلْعَنكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ. (سنن أبي داؤد / كتاب الملاحم ٥٩٥/٢)

ایک دوسری حدیث شریف میں یوں ارشاد ہے: عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَزَالُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تَنْفَعُ مَنْ قَالَهَا وَتَرُدُّ عَنْهُمُ الْعَذَابَ وَالنَّقْمَةَ مَا لَمْ يَسْتَخِفُّوْا بِحَقِّهَا، قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا الْإِسْتِخْفَافُ بِحَقِّهَا؟ قَالَ: يَظْهَرُ الْعَمَلُ بِمَعَاصِيْ اللّٰهِ، فَلَا يُنْكَرُ وَلَا يُغَيَّرُ. (الترغيب والترهيب للمنذري رقم: ٣٥٤٠ بيت الأفكار الدولية)

موجودہ دور میں پھیلے بے پناہ شر وفساد اور بگاڑ کے سیلاب کے سامنے بند باندھنے کے لیے کسی اور کو نہیں آپ علماء کو ہی آگے بڑھنا ہے، مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس کے لیے جس تڑپ، دل سوزی، لگن اور محنت کی ضرورت ہے وہ مفقود ہے۔ آج کا ماحول ہر ہر عالم سے حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی، حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہم اللہ جیسے کردار کا تقاضا کرتا ہے۔

آپ ماشاء اللہ عالم دین ہیں، آٹھ دس سال لگا کر آپ نے جس مدرسہ یا دار العلوم میں دینی تعلیم کی تکمیل کی، اس کے بعد تو آپ پر خود بخود "بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً" کے مصداق معاشرے کی صلاح واصلاح کی ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے۔ آپ پر لازم ہو جاتا ہے کہ جس دین کو آپ نے آٹھ دس سال لگا کر پڑھا اور سیکھا، وہ نہ صرف آپ کے کردار وعمل اور افکار وخیالات سے جھلکے بلکہ اہلیت واستعداد کے مطابق اپنے گھر، محلے اور مسجد ومدرسہ کے ماحول میں اس کے بیان وتبیان کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ پر بہت بڑا فضل فرمایا ہے، آپ کسی مدرسہ کے مہتمم ہیں یا استاد! آپ کسی مسجد کے امام ہیں یا خطیب!...... آپ پر لازم ہے کہ تواصی بالحق کا فریضہ بہرصورت انجام دیتے رہیں، منبر ومحراب آپ کے پاس بہت طاقتور ذریعہ ہے۔ الحمد للہ ہم دین کی تعلیم وتبلیغ اور نشر واشاعت کے لیے سائنسی آلات یا ٹیکنالوجی کے محتاج نہیں، دینی تعلیمات میں معمولی غور وفکر سے بھی یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ جس طرح اسلام کا مقصد معلوم ومتعین ہے، اسی طرح حصولِ مقصد کے لیے وسائل واسباب بھی معلوم ومتعین ہیں۔ اسلام ٹیکنالوجی کے سہاروں کے بجائے براہِ راست مخاطب کی باطنی وقلبی اور اخلاقی وروحانی تبدیلیوں کا داعی ہے، یوں بھی بسا اوقات ٹیکنالوجی کے ذریعہ دین کی تبلیغ واشاعت کے اثرات نہ صرف محدود ہوتے ہیں؛ بلکہ منفی نتائج بھی دیتے ہیں۔

ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ اور دعوت کے باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقے متوارث چلے آرہے ہیں، یقین فرمائیے ان طریقوں کو ان کی روح کے مطابق عمل میں

لا یا جائے تو دیر پا اثرات کے حامل نظر آئیں گے......اور وہ حسب ذیل ہیں:

- منبر و محراب کے ذریعہ خطبہ و خطابات۔
- انفرادی اور شخصی ملاقاتوں کے ذریعہ دینی دعوت، دینی تعلیم اور تزکیہ نفس کی کوششیں۔
- مکاتیب (خطوط) کے ذریعہ تبلیغ دین کا اہتمام۔
- صُفّہ (یعنی مدرسہ) کے ذریعہ اجتماعی تعلیم دین۔

الحمدللہ یہ تمام مسنون طریقے ہماری دسترس میں ہیں، مگر فرق یہ پڑ گیا ہے کہ بوجوہ ہم ان طریقوں کو اپنانے سے گریزاں ہیں۔ ہاں! ان طریقوں کو اپنانے کے لیے ﴿لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ﴾ پر یقین و اعتماد لازم ہے۔

ہماری آپ سے درخواست ہے کہ موجودہ معاشرتی بگاڑ کو ہلکا خیال نہ فرمائیں، چاروں جانب باطل نے اپنے فتنہ و فساد کی آگ دہکا رکھی ہے۔ اس آگ کو فرو کرنے میں آپ سے جو بن پڑتا ہے کر گذریں، یہ موجودہ و آئندہ نسلوں پر آپ کا احسان ہوگا۔ آپ مسجد کے امام ہیں یا خطیب، تو خود کو صرف نماز پڑھانے اور جمعہ کا بیان کرنے تک محدود نہ رکھیں، ممکن ہو سکے تو مندرجہ ذیل امور کا اہتمام کرنے کی سعی فرمائیں:

درس قرآن مجید:- روزانہ، ورنہ ہفتے میں ایک دن ضرور مقرر کر کے اہل محلّہ کے لیے عمومی درس قرآن مجید کا اہتمام فرمائیں، اس سلسلے میں خاص طور پر تیاری بھی کریں۔ کتب تفسیر و حدیث سے رجوع کریں؛ البتہ ایک بات کا خیال رکھیں کہ عمومی درس قرآن میں صرفی نحوی ترکیبوں اور خالص علمی اسلوب اختیار نہ کریں؛ بلکہ علیٰ قدر عقولھم پیرایۂ گفتگو اختیار کریں۔ رات کے اخیر پہر رب کریم سے اپنی اور اہل محلّہ کی ہدایت کی مخلصانہ دُعائیں آپ کی محنت کو ثمر آور کر دیں گی۔

درس حدیث:- پانچ وقت نمازوں میں سے کسی ایک نماز کے بعد کم از کم پانچ منٹ کا درس حدیث ضرور دیں۔ اس سلسلہ میں کتاب الاخلاق، کتاب البر والصلہ، کتاب الرقاق، کتاب المعاشرۃ والمعاملات، کتاب اشراط الساعۃ کو خاص طور پر مدنظر رکھیں۔ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ''معارف الحدیث'' آپ کی بہترین رفیق ہو سکتی ہے۔

فقہی مسائل کا بیان:- کسی ایک نماز کے بعد دعا سے قبل نمازیوں کو روزانہ صرف ایک مسئلہ بتانے کا اہتمام فرمائیں، ایسے روزمرہ پیش آمدہ مسائل جن میں عوام مبتلا ہوتے ہیں مختصر اور عمومی انداز میں شرعی راہ نمائی کا فریضہ انجام دیں۔ ''بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا'' کی ہدایت کے ساتھ حکمت و دانائی کو پیش نظر

رکھتے ہوئے الفاظ اور جملوں کے انتخاب میں احتیاط برتی جائے۔فرقوں یا افراد کے ناموں کے ساتھ تنقید کے بجائے صحیح مسائل کو سامنے رکھا جائے۔

اس بات کا ضرور خیال رکھیں کہ آپ کی مسجد میں پہلے سے جو تعلیمی، تبلیغی اور خانقاہی سلسلے جاری ہیں وہ بالکل متأثر نہ ہوں، دیگر دینی کاموں میں رفیق وحلیف تو بنیں فریق ہرگز نہ بنیں۔ اگر کوئی شخص یا جماعت آپ کے کام میں مزاحم ہو تو دل گرفتہ نہ ہوں، محبت اور شفقت سے سمجھائیں۔دعوت دین کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ آپ کے پیشِ نظر رہے گا، ہمدردی، دل سوزی، دینِ حق کے بیان کا جذبہ کارفرما رہے گا تو اِن شاء اللہ کامیابی ملے گی۔

جمعہ کا بیان:- جمعہ کا بیان بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے۔آپ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہونگے کہ جمعہ کے دن ہمارے یہاں لوگ عموماً بیان کے آخر میں مسجد پہنچتے ہیں؛ لیکن جہاں کہیں کوئی خطیب بھرپور تیاری کے ساتھ جمعہ کا بیان کرتا ہے وہاں لوگ ذوق وشوق کے ساتھ آغاز خطاب میں پہنچنا شروع ہوجاتے ہیں۔ یہ رویہ اِس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ لوگ بھلائی کی بات سننا چاہتے ہیں، فرق صرف انداز بیان کا ہے، جتنا جاندار اسلوبِ بیان ہوگا، از دل خیزد بر دل ریزد کی کیفیت ہوگی اسی قدر لوگوں کی حاضری زیادہ ہوگی۔ جمعہ کے دن لوگوں کی حاضری کو اللہ پاک کی عنایت سمجھئے، اس موقع کو سرسری بیان میں ضائع مت کیجیے، جمعہ کے بیان کے لیے کوئی موضوع سوچ کر ہفتہ بھر اس کے لیے محنت کیجیۓ، محض فضائل کے بیان پر اکتفاء نہ کیجیۓ؛ بلکہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حق ادا کیجیۓ، اسلامی اعتقادات، اُسوۂ رسول، اسلامی اخلاق ومعاشرت، صحابۂ کرام کے مقام ومرتبہ، صحابہ کے طرز معاشرت کا بیان، عصر حاضر میں پھیلے گمراہ کن جدید فتنوں سے آگاہی، خصوصاً جدیدیت کے طوفان سے امت کو بچانے کی فکر کریں۔ بدعات ورسوم کی بیخ کنی کے لئے بھی لسانی جد جہد کریں۔افسوس کی بات ہے کہ آج کئی دین دار اور اکابر کے نام لیوا بھی بدعات کا ارتکاب کرتے نظر آتے ہیں، اس سلسلہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پروانہ کریں، احقاقِ حق کا فریضہ ادا کرتے رہیں۔

ہماری یہ درخواست اپنے تمام محبین کے لئے ہے؛ اَلبتہ خصوصیت کے ساتھ ہمیں اپنے تلامذہ سے قوی اُمید ہے کہ وہ اپنے کہنہ سال اُستاذ کی عرض کی گئی باتوں کو ضرور قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

آخری بات یہ کہ آپ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے توفیق بھی چاہیں کہ وہ پروردگار آپ کو اس مبارک عمل کے لیے منتخب فرمالیں، تضرع، زاری، تبتل اور دُعا اس راہ کا بہترین توشہ ہے...... اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو اور اپنی رضا کے مطابق کام لے لیں۔

اِسلام میں اَئمہ ومؤذنین کا مقام ومرتبہ

اور ہماری ذمہ داریاں

حضرت مولانا اسرارالحق صاحب قاسمی ایم پی وصدر دینی تعلیمی وملی فاؤنڈیشن ذاکرنگرنئی دہلی

اسلام اور مسلم معاشرے میں امامت ایک معزز منصب رہا ہے اور اس پر فائز رہنے والے لوگوں کو عام وخاص ہر طبقے میں احترام اور عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا ہے۔ جب دنیا کے بیشتر خطوں میں سیاسی وسماجی اور تہذیبی وعلمی اعتبار سے مسلمانوں کا غلبہ تھا اور مسلم تہذیب دنیا کی مقبول ترین تہذیب تھی، اس وقت اِمام کا مرتبہ اس اعتبار سے غیر معمولی تھا کہ وہ نہ صرف پنج وقتہ، جمعہ وعیدین اور جنازے کی نمازوں میں مسلمانوں کے پیشوا ہوتے تھے؛ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ لوگ اپنے روزمرہ کے مسائل ومشکلات کے حل کے لئے بھی انہی سے رجوع کیا کرتے تھے۔

ماضی میں دین ودنیا کے کئی اہم کارنامے انجام دینے والے بے شمار اشخاص مساجد کے منبروں سے ہی وابستہ تھے۔ اسلامی کتب خانے کا اچھا خاصا حصہ ائمہ کی علمی وفکری قابلیتوں کی منہ بولتی تصویر ہے، اُن کی اہمیت وبرتری اور فضیلت کو دراصل اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وعمل کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں بٹھایا تھا۔

ایک موقع پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''اِمام اس لیے بنائے گئے ہیں کہ اُن کی اقتداء کی جائے''۔ اس کا ایک ظاہری مطلب یہ ہے کہ نماز کے دوران اِماموں کی اقتداء کرنی چاہئے اور ان کے عمل کے مطابق عمل کیا جائے؛ تاکہ ہماری نماز درست اور مکمل ہوسکے؛ لیکن ایک مطلب اس کا یہ بھی ہے کہ معاشرے میں امام کے منصب کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے اچھے اور اعلیٰ اخلاق وکردار کو اپنایا جائے اور اس سلسلے میں بھی انہیں اپنا رہنما بنایا جائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پوری زندگی مسجد نبوی کے امام وخطیب رہے اور مسلمانوں کو دی جانے والی تمام تر تعلیمات مسجدوں کے ذریعہ ہی پایۂ تکمیل کو پہنچتی تھیں۔ چاہے معاشرتی مسائل ہوں یا اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے نکلنے کی تدبیریں، چاہے تعلیم وتعلم ہو یا دیگر اُمور سب امام یعنی نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کے ذریعہ ہی لوگوں تک پہنچتے تھے۔اسی طرح لوگوں کو نماز کے اوقات کی خبر دینا اور اُنہیں دن کے پانچ وقت کامیابی اور خیر کی طرف بلانا بھی نہایت ہی شرف اور فضیلت والا عمل ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے ساتھ ساتھ مؤذنین کے لئے بھی بڑے اَجر وثواب کی بشارت دی ہے۔

امام ابن تیمیہؒ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُنھوں نے دریافت کیا کہ اللہ کے رسول! مجھے کوئی کام بتائیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ’’اپنی قوم کے امام بن جاؤ‘‘ تو اُنہوں نے کہا کہ: ’’اگر یہ ممکن نہ ہو تو؟‘‘ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ’’پھر مؤذن بن جاؤ‘‘۔ (شرح العمدہ)

اس حدیثِ پاک سے سیدھے طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں امامت اور مؤذنی ایک اعلیٰ اور شرف والا عمل تھا، اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو اس کی تلقین فرمائی۔

ایک دوسری حدیث جسے امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے، اُس میں ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ’’تین قسم کے لوگ قیامت کے دن مشک کے ڈھیر پر ہوں گے: (۱) وہ جس نے اللہ کے اور اپنے غلاموں کے حقوق ادا کیے ہوں گے۔ (۲) وہ شخص جس نے لوگوں کی امامت کی اور اُس کے مقتدی اس سے خوش رہے۔ (۳) وہ شخص جس نے روزانہ پانچ وقت لوگوں کو نماز کی دعوت دی‘‘۔ یعنی جو اذان دیا کرتا تھا۔

اس حدیثِ پاک سے تو اور بھی وضاحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ امامت اور مؤذنی اللہ کے نزدیک مؤقر عمل ہے، اور دونوں قسم کے لوگوں کے لئے اللہ کی خاص رحمت ومہربانی مقدر ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ: ’’محشر کے دن مؤذنین کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی‘‘۔ یعنی وہ دوسرے لوگوں کے مقابلے میں نمایاں ہوں گے، اور بآسانی پہچانے جاسکیں گے۔

ایک موقع پر فرمایا گیا کہ: ’’اگر لوگوں کو پہلی صف میں نماز پڑھنے اور اذان دینے کی فضیلت کا علم ہوجائے تو قرعہ اندازی کی نوبت آجائے گی‘‘۔ اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر امام اور مؤذن کے لئے رشد ومغفرت کی دعا فرمائی ہے۔ (سنن ابوداؤد)

ایک طرف ائمہ اور مؤذنین کے بارے میں اتنی فضیلتیں وارد ہیں، جنہیں جان کر ایک انسان کے دل میں حسرت پیدا ہوتی ہے کہ کاش وہ امام یا مؤذن بن پاتا؛ لیکن دوسری جانب جب ہم موجودہ وقت میں اپنے معاشرے کے ائمہ اور مؤذنین کی صورتِ حال اور ان کے ساتھ لوگوں کے رویوں کا مشاہدہ کرتے ہیں، تو نہایت افسوس اور تکلیف ہوتی ہے اور پھر عام حالتوں میں کوئی بھی شخص امام یا مؤذن بننے کا

خواب نہیں دیکھتا۔ مختلف اسباب کی بنا پر آج کل ایسا ماحول بنا دیا گیا ہے کہ دوسرے لوگوں کو تو چھوڑیں خود مسلمان اور وہ بھی باشعور سمجھے جانے والے مسلمان بھی امامت اور مؤذنی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

حالاں کہ دوسری جانب ایک ناقابلِ انکار حقیقت یہ ہے کہ پانچ وقتوں اور عیدین کی نمازوں کے علاوہ بھی پیدائش سے لے کر موت تک ہم ایک امام اور مؤذن کے محتاج ہوتے ہیں۔ ایسا باور کیا جاتا ہے کہ مساجد کے امام اور مؤذنین معاشرے پر بوجھ ہیں اور پھر اُن کے ساتھ عام طور پر اسی قسم کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ یقین جانئے! ہمارا یہ عمل خود ہماری بدبختی اور اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے اور اس سے خود ہمیں ہی دنیا و آخرت میں خسارہ ہوگا۔

یہ کس قدر حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ ایک جانب تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ امامت اور مؤذنی کرنا معمولی کام ہے، یہ کام کر کے انسان پُرسکون طریقے سے اپنی زندگی نہیں گزار سکتا، اور اس میں اپنی اولاد کو لگانا گویا اُن کی زندگی کو برباد کرنا ہے، جب کہ دوسری جانب جب ہم ہی مسجد کے ٹرسٹی یا متولی بنتے ہیں، تو امام یا مؤذن کی تنخواہ پانچ چھ ہزار سے زائد کرنے کے لیے کسی بھی صورت تیار نہیں ہوتے۔ معمولی سے معمولی شخص بھی جس کا معاشرہ میں کوئی وزن اور اہمیت نہیں ہوتی، وہ کسی بھی وقت امام یا مؤذن پر اپنا غصہ نکال سکتا ہے، کسی بھی وقت اسے یہ کہہ کر نکال دیا جاسکتا ہے کہ آپ ہماری مسجد کے لائق نہیں۔ ہمارا تقاضا ہوتا ہے کہ امام اور مؤذن کو انسان نہیں؛ بلکہ فرشتہ ہونا چاہیئے؛ مگر خود ہم کسی کے ساتھ انسانی اخلاق کے ساتھ بھی پیش نہیں آتے۔

پس اِس وقت مسلمانوں میں بے شمار سماجی اصلاحات کے ساتھ کرنے کا ایک اہم کام یہ بھی ہے کہ ائمہ اور مؤذنین کے تئیں لوگوں کے دلوں میں احترام اور وقار کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ اسلام میں ان کا جو مقام و مرتبہ بتایا گیا ہے اس سے لوگوں کو روشناس کیا جائے اور لوگوں کو مساجد سے جوڑتے ہوئے ائمہ کی مخلصانہ اقتداء کا ماحول بنایا جائے۔

ہر دور میں عوام کا مساجد اور اماموں سے گہرا ربط رہا ہے، آج بھی عام مسلمانوں کا دن رات کا تعلق اپنے اماموں سے ہوتا ہے، اگر عوام اور ائمہ کے مابین تعلقات مضبوط ہوں گے اور دونوں طرف افادہ و استفادہ کی راہ ہموار ہوگی تو اس طرح مجموعی طور پر پورے مسلم معاشرے میں ایک خوشگوار سماجی انقلاب برپا ہوسکتا ہے۔

ہمارے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جہاں ہم مساجد کی تعمیر و تزئین میں دل کھول کر خرچ کرتے ہیں اور ہر محلے، بستی اور شہر کے مسلمان اپنی اپنی استطاعت کے بقدر یہ کوشش کرتے ہیں کہ ان کے علاقے کی مسجدوں میں نمازیوں کو ہر قسم کی سہولت دستیاب ہو، چنانچہ گرمیوں میں اے سی، پنکھوں اور کولر کا انتظام کیا

جاتا ہے اور ٹھنڈیوں میں گرم پانی کا انتظام کیا جاتا ہے، بہت ساری مسجدوں میں مخملیں اور گدے والے مصلے بھی بچھا دیے جاتے ہیں، تو ان سب کے ساتھ ساتھ ہمیں اس پر بھی توجہ دینی چاہیے کہ جو شخص ہمیں پانچ وقتوں کی نماز پڑھاتا ہے اور جو ہمیں ان نمازوں کے اوقات کی خبر دیتا ہے، ہر طرح کے موسم اور حالات میں بروقت اذان دیتا ہے، ان کی تنخواہیں بھی بہتر کی جائیں۔

آج کا دور تو اتنا مہنگا ہوگیا ہے کہ لاکھوں کمانے والے لوگ بھی پریشان ہی رہتے ہیں؛ لیکن کیا مساجد کی تعمیر وتزئین میں لاکھوں کروڑوں خرچ کرنے والے ہم مسلمان اپنے ائمہ اور مؤذنین کو اتنی تنخواہیں نہیں دے سکتے کہ وہ ایک بہتر اور اطمینان بخش زندگی گزار سکیں؟ اس سلسلے میں مساجد کے متولیان اور ٹرسٹیان کو خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ایک گزارش ائمہ کرام سے بھی ہے کہ وہ معاشرے میں اپنے مقام ومرتبہ سے باخبر رہیں، وہ صرف نمازوں کے امام نہیں ہیں؛ بلکہ ان کے اعمال واخلاق اور کردار کا اثر دوسرے لوگوں پر بھی پڑتا ہے۔ آپ کوئی ایسا عمل نہ کریں جو آپ کی شان اور مرتبہ کے خلاف ہو، صرف نماز پڑھا دینا ہی آپ کی ذمہ داری نہیں ہے؛ بلکہ لوگوں کے اعمال وعقائد کی اصلاح کا ذمہ بھی شریعت نے آپ کے اوپر رکھا ہے۔ مسلمانوں کی اخلاقی وعملی بے کرداری کے خاتمے میں ائمہ کرام اہم کردار ادا کر سکتے ہیں اور ان سے یہ مطلوب بھی ہے۔

یہ حقیقت ہر وقت ذہن میں رہنی چاہئے کہ جو منصب یا مقام جتنا اہم اور عظیم ہوتا ہے، اس کی ذمہ داریاں بھی اسی قدر اہم ہوتی ہیں۔ جہاں آپ کے اچھے اور عمدہ اخلاق واعمال معاشرے پر اچھے اثرات مرتب کرتے ہیں، وہیں آپ کی معمولی لغزش بھی بے شمار لوگوں کے لیے فساد اور برائی کا سبب بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ’’امام ضامن ہوتا ہے‘‘۔ مطلب یہ کہ امام نہ صرف اپنے مقتدیوں کی نمازوں کا ضامن ہے اور اس کی نماز کی صحت پر مقتدیوں کی نمازوں کی درستگی موقوف ہے؛ بلکہ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ اپنی عملی زندگی میں بھی امام اپنے مقتدیوں کا ضامن ہے، اگر کوئی اس کے اچھے اخلاق واعمال سے متأثر ہو کر اچھے راستے کو اپناتا ہے تو اس بندے کے ساتھ امام بھی ماجور ہوگا، جب کہ اگر کوئی شخص اس کی غلط نقل وحرکت کی وجہ سے دین اور مسجد سے متنفر ہو جاتا ہے، تو اس کا بھی ذمہ دار وہی ہوگا۔

بہر کیف یہ بے حد ضروری ہے کہ ائمہ اور مقتدی دونوں اپنے اپنے مطلوبہ کرداروں کو ادا کریں، یہ عمل ہمارے معاشرتی نظام کو بہتری کی طرف لے جانے میں کلیدی رول ادا کر سکتا ہے۔ ○❖○

خیر الناس......کون؟

مولانا محمد اویس رشادی صاحب اُستاد دار العلوم شاہ ولی اللہ بنگلور

اللہ رب العزت نے ساری کائنات کو وجود بخشا، کائنات میں بے شمار مخلوقات ہیں ان میں انسان کو شرافت بخشی اس کی شرافت اور بزرگی کے بے شمار اسباب ہیں، انہیں میں اس کی خداداد صلاحیت اور اہلیت خلافت بھی ہے؛ کیوں کہ انسان ہی وہ واحد مخلوق ہے جس میں خلافت کی اہلیت ہے وہ اپنی اس خداداد صلاحیت اور اہلیت کے ذریعہ کائنات کا صحیح ڈھنگ سے استعمال کرتا ہے اور اس نعمتِ عظمیٰ پر خداوند قدوس کے حضور سجدۂ شکر بجالاتا ہے اور آنے والی نسل انسانیت کے لئے مشعلِ راہ بن کر نقش پا چھوڑتا ہے، یقیناً ایسا انسان ہی ابدی وسرمدی کامیابی سے سرشار ہوتا ہے، اور اخروی خسارے سے مامون رہتا ہے۔

چنانچہ اِرشادِ خداوندی ہے:

وَالْعَصْرِ. اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا	قسم ہے زمانے کی کہ انسان بڑے خسارے میں ہے
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحَاتِ	مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے
وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ.	اور ایک دوسرے کو اعتقاد حق کی فہمائش کرتے رہے
(العصر)	اور ایک دوسرے کو پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔

اس چھوٹی سی سورت کے ایک ٹکڑے پر غور کریں تواصی بالحق یعنی دوسروں کو حق کی وصیت کرنا اور ترغیب دینا انھیں ایمان اور اعمال صالحہ پر ابھارنا خداداد فراست کو استعمال کرکے پند ونصائح کے ذریعہ حکمت عملی کے ساتھ خطبوں کے ذریعہ اس فریضہ کو ادا کرنا اور مزید براں اپنی بات کو مؤثر بنانے کے لئے ان اخلاق حسنہ کو اپنا کر اسکو عملی جامہ پہنا کر دوسروں کے لئے نمونہ بننا تا کہ شریعت خوبصورت شکل میں انسانیت کے سامنے آئے اور پوری انسانیت اس کو اپنانے میں جھجک محسوس نہ کرے؛ بلکہ ”إِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ“. (صحیح البخاري) یقیناً دین آسان ہے کو تسلیم کرے اور اسلام کی حقانیت کو مانے اور انھیں اس بات کا یقین ہوجائے کہ واقعی یہ دین اسلام اور شریعت محمدیہ فطرت کے عین مطابق ہے۔

ایک سچے مؤمن کا اخلاقی و دینی فریضہ ہے کہ وہ ایمان اور اعمال صالحہ پر گامزن رہتے ہوئے اللہ کے بندوں کی خبر گیری کرے، اپنے آپ کو نافع بنانے کی حتی المقدور کوشش کرے، چنانچہ اللہ کے نبی نے ارشاد فرمایا:

خَيْرُ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ. (طبراني)

لوگوں میں بہتر وہ شخص ہے جو لوگوں کے حق میں نفع بخش ہو۔

نیز حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کی ضرورت پوری کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ کے لئے اپنے کسی بھائی کی ضرورت پوری کرنا ایک مہینہ کے اعتکاف سے اُفضل ہے۔ چنانچہ حضرت ابوجعفر باقر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

جَـاءَ رَجُـلٌ إِلـىَ الْـحُسَيْـنِ بْنِ عَلِيٍّ فَـاسْتَعَـانَ بِـهٖ فِـيْ حَـاجَةٍ فَوَجَدَهٗ مُـعْتَـكِـفًـا فَـاعْتَذَرَ إِلَيْهِ، فَذَهَبَ إِلَى الْـحَسَنِ فَاسْتَعَانَ بِهٖ فَقَضىٰ حَاجَتَهٗ، وَقَـالَ لِـقَـضَاءِ حَاجَةِ أَخٍ لِيْ فِيْ اللّٰهِ أَحَـبُّ إِلَيَّ مِنْ اِعْتِكَافِ شَهْرٍ. (البداية والنهاية)

ایک شخص حسین بن علیؓ کے پاس اپنی ایک ضرورت لے کر آیا اس وقت آپ حالتِ اعتکاف میں تھے اُنھوں نے معذرت کردی وہ شخص حضرت حسن کی خدمت میں گیا اور انہوں نے اس کی وہ ضرورت پوری کردی اور فرمایا کہ اللہ کے لئے اپنے کسی بھائی کی ضرورت پوری کرنا میرے نزدیک ایک مہینہ اعتکاف کرنے سے افضل ہے۔

یقیناً اللہ کے بندوں کی نفع کی خاطر کوشش کرنا جنت میں داخلہ اور جہنم سے نجات کے اسباب میں سے ہے۔ چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ:

مَـاذَا يُـنْـجِيْ الْـعَبْـدَ مِـنَ النَّارِ؟ قَالَ: اَلإِيْـمَانُ بِاللّٰهِ. قُلْتُ: إِنَّ مَعَ الإِيْمَانِ عَـمَلاً؟ قَـالَ: يَرْضَخُ مِمَّا رَزَقَهُ اللّٰهُ. قُـلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فَـقِيْـرًا لَا يَـجِـدُ مَا يَرْضَخُ بِهٖ؟ قَالَ:

کونسا عمل ہے جو بندے کو جہنم سے نجات دلاتا ہے، فرمایا کہ اللہ پر ایمان لانا پھر میں نے پوچھا کیا ایمان کے ساتھ عمل بھی کرنا ہے، فرمایا جو اللہ نے تجھے روزی دی ہے اس میں سے دوسروں کو کھلاؤ، میں نے کہا اگر وہ شخص خود محتاج ہو دوسروں کو کھلا

يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهىٰ عَنِ الْمُنْكَرِ. قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَيِيًّا لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَّأْمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا يَنْهىٰ عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ: يَصْنَعُ لِأَخْرَقَ. قُلْتُ: أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ خَرِقَ لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَصْنَعَ شَيْئًا؟ قَالَ: يُعِيْنُ مَظْلُوْمًا. قُلْتُ: أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ ضَعِيْفًا لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يُعِيْنَ مَظْلُوْمًا؟ قَالَ: مَا تُرِيْدُ أَنْ تَتْرُكَ فِيْ صَاحِبِكَ مِنْ خَيْرٍ يُمْسِكُ الْأَذىٰ عَنِ النَّاسِ؟ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ دَخَلَ الْجَنَّةَ. قَالَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَقُوْلُ خَصْلَةً مِنْ هٰؤُلَاءِ إِلَّا أَخَذَتْ بِيَدِهٖ حَتّٰى تُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ. (طبرانی)

نہیں سکتا تو وہ کیا کرے؟ فرمایا بھلائی کا حکم کرے اور برائی سے روکے، میں نے پوچھا اگر وہ عاجز ہے نہ زبانی امر بالمعروف کر سکتا ہے اور نہ نہی عن المنکر کر سکتا ہے، فرمایا نادان کچھ تو کرے، میں نے پوچھا اگر خود وہ نادان ہو کچھ نہیں کر سکتا، فرمایا مظلوم کی مدد کرے، میں نے کہا اگر وہ ضعیف وکمزور ہو کسی مظلوم کی مدد نہیں کر سکتا، فرمایا تو نہیں چاہتا کہ اپنے بھائی کے سلسلہ میں کوئی خیر کا کام نہ چھوڑے تو کم ازکم لوگوں سے اذیت دینے والی چیزوں کو روک دے، میں نے پوچھا کیا جب کوئی بندہ ان کاموں کو کرلے تو جنت میں داخل ہوگا، فرمایا جو مسلمان بھی ان خصلتوں میں سے کسی خصلت کو اپنائے تو وہ خصلت اسکا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کردے گی۔

مذکورہ بالاتفصیلات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ انسان اپنی سوچ اور فکر کے دائرہ کو وسیع رکھے خیر خواہی کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرے ہرممکن کوشش کے ذریعہ مخلوق خدا کی دنیوی اور اخروی فلاح و بہبودی میں اپنی جان مال صرف کرے، یہ درحقیقت انبیاء اور رسل کے صفات میں ہے کہ وہ اپنی صلاحیت کو اس کام میں استعمال کرتے جس میں عام لوگوں کا نفع ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُوْدَانِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ

اور جب مدین کے پانی پر پہنچے تو اس پر مختلف آدمیوں کا ایک مجمع دیکھا جو پانی پلا رہے تھے اور لوگوں سے ایک طرف کو دو عورتیں دیکھیں کہ وہ اپنی بکریاں روکے کھڑی ہیں موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تمہارا کیا

وَابُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ. فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ. (القصص: ۲۳-۲٤)

مطلب ہے وہ دونوں بولیں کہ ہم اس وقت تک پانی نہیں پلاتے جب تک یہ چرواہے پانی پلاکر ہٹا نہ لے جاویں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں پس یہ سن کر حضرت موسی علیہ السلام نے ان کے لئے پانی کھینچ کر پلایا پھر ہٹ کر سایہ میں جا بیٹھے پھر دعا کی اے میرے پروردگار جو نعمت بھی آپ بھیج دیں میں اس کا حاجت مند ہوں۔

اسی طرح غار حراء میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت گزینی کے دوران جب پہلی وحی کا نزول ہوا اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اصلی شکل میں دیکھا تو گھبرا گئے، گھر واپس آ کر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ. (صحيح البخاري) تحقیق کہ میں اپنی جان پر ڈرنے لگا۔

اس وقت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں تاریخی جملہ کہا۔ چنانچہ:

كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِى الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ. (صحيح البخاري ۳/۱)

ہرگز نہیں اللہ کی قسم، اللہ آپ کو رسوا نہیں کرے گا آپ صلہ رحمی کرتے ہیں دوسروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں جس کے پاس ذریعہ معاش نہ ہو اس کو کما کر دیتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں حق کا بھر پور تعاون کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی اسی نہج پر تربیت فرمائی کہ آپ کے کل اور بعض اوصاف آپ نے اپنے صحابہ میں من وعن منتقل کر دیا جس کے نتیجہ میں صحابہ کے اندر خیر خواہی کا جذبہ موجزن تھا، چنانچہ جب حضرت صدیق اکبر کو قوم نے شہر سے نکالنا چاہا، حضرت صدیق اکبر شہر چھوڑ کر جانے لگے، اس وقت ابن الدغنہ مشرک نے جو کلمات کہے بعینہٖ وہی کلمات تھے جو حضرت خدیجہ نے حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ابن دغنہ مشرک نے کہا:

إِنَّ مِثْلَكَ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ فَإِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلىٰ نَوَائِبِ الْحَقِّ. (بخاری)

آپ جیسا آدمی نہ شہر سے نکل سکتا ہے اور نہ نکالا جاسکتا ہے؛ اس لئے کہ آپ جس کے پاس ذریعہ معاش نہیں ہوتا اس کو کموا کر دیتے ہیں اور صلہ رحمی کرتے ہیں اور بوجھ اٹھواتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کا بھرپور ساتھ دیتے ہیں۔

امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ:

كَانَ يَتَعَاهَدُ الْأَرَامِلَ وَيَسْتَقِي لَهُنَّ الْمَاءَ لَيْلاً. (جامع العلوم والحکم)

آپ بیواؤں کی خبر گیری فرماتے رات میں ان کے لئے پانی بھرا کرتے۔

حضرت علی بن حسین کے بارے میں منقول ہے کہ:

كَانَ يَحْمِلُ الطَّعَامَ إِلىٰ بُيُوْتِ الْمَسَاكِيْنِ فِيْ ظِلَامِ اللَّيْلِ، فَلَمَّا مَاتَ فَقَدُوْا ذٰلِكَ، قَالَ ابْنُ إِسْحٰقَ: كَانَ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ يَعِيْشُوْنَ وَلَا يَدْرُوْنَ مِنْ أَيْنَ مَعَاشُهُمْ؟ فَلَمَّا مَاتَ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ فَقَدُوْا ذٰلِكَ الَّذِيْ كَانَ يَأْتِيْهِمْ فِي اللَّيْلِ. (تاریخ دمش)

آپ رات کی تاریکیوں میں مساکین کے گھروں تک اناج پہنچاتے تھے جب آپ کا انتقال ہوا لوگوں نے اس کو نہیں پایا ابن اسحاق نے کہا کہ مدینہ والے زندگی گذر بسر کرتے تھے اور انہیں نہیں معلوم تھا کہ ان کا ذریعہ معاش کہاں سے آتا ہے پھر جب علی بن حسین کا انتقال ہوا راتوں میں جو عطایا آیا کرتے تھے اس کو نہیں پایا۔

اسی طرح امت کے صالحین جب بھی انہیں مخلوق خدا کو نفع پہنچانے کا موقع ملتا اس کو غنیمت جان کر اس پر عمل پیرا ہوتے کیوں نہ ہو رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ "مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَّنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ". (صحیح مسلم) تم میں جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہے اسے چاہئے کہ وہ نفع پہنچائے۔

تجارت کو ترقی دینے کے لئے

چند اَہم صفات

مولانا کلیم اللہ قاسمی معتمد دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

وعدہ کی پختگی:- عبداللہ ابن ابی الحمساء عامری سید الکونین حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سودا کررہا تھا، بات چیت کرتے ہوئے اسے کوئی کام یاد آگیا اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ ٹھہریئے میں ابھی آتا ہوں تب بات کروں گا آپ نے فرمایا اچھا! اب بات کی پختگی اور زبان کی پابندی ملاحظہ فرمایئے:

عبداللہ بن ابی الحمساء یہاں سے چلا تو اس کو کوئی اور ضرورت پیش آگئی وہ اس میں ایسا لگا کہ اس کو اپنے وعدہ کا خیال بھی نہیں رہا یہ دن یونہی گذر گیا، پھر اگلا دن بھی گذر گیا تیسرے دن اسے خیال آیا کہ میں محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاملہ کررہا تھا، بات یہاں تک پہونچ چکی تھی میں ان کو ٹھہرا کر آیا تھا، اب چل کر بات پوری کر لینی چاہیے؛ چنانچہ عبداللہ بن ابی الحمساء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر پہنچا معلوم ہوا دو روز گزر گئے، آج تیسرا دن ہے وہ مکان پر نہیں آئے، گھر والے خود پریشان ہیں، عبداللہ بن ابی الحمساء یہاں سے روانہ ہوا جہاں جہاں خیال تھا سب جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا کہیں نہ ملے تو احتیاطاً اس جگہ بھی پہونچا جہاں بات چیت ہورہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھہرا کر آیا تھا۔

عبداللہ بن ابی الحمساء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر حیران رہ گیا کہ محمد ابن عبداللہؐ وہیں موجود ہیں اور عبداللہ بن ابی الحمساء کا انتظار کررہے ہیں اور زیادہ حیرت اس کو اس بات پر ہوئی کہ مسلسل تین دن تک انتظار کی زحمت اٹھانے کے بعد بھی جب عبداللہ ابن ابی الحمساء سامنے آئے تو نہ لڑائی جھگڑا تھا، نہ ڈانٹ ڈپٹ، صرف اتنا فرمایا اور وہ بھی دھیمی آواز سے ”**یا فتی لقد شققت علی أنا ھٰھنا منذ ثلاث انتظرک**“ اے صاحب! آپ نے پریشان کردیا تین دن ہوگئے یہاں آپ کا انتظار کررہا ہوں۔ (ابوداؤدشریف، کتاب الادب/ باب فی العدۃ ۲/۶۸۲)

تاجروں کے محاسن اخلاق میں سب سے زیادہ اہم چیز ایفائے عہد اور اتمام وعدہ ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس اخلاقی صفت کا بہترین نمونہ تھے، آج کے ماحول میں بھی اس کی سخت ضرورت ہے؛ جبکہ وعدہ خلافی اور بدعہدی عام ہوچکی ہے اور ان اخلاق سوز بیماریوں کو برا بھی نہیں سمجھا جاتا ہر تاجر جتنا ممکن ہوسکتا ہے اپنے ماتحت کو دبانے کی فکر میں رہتا ہے اور ٹال مٹول کا عادی ہوتا جارہا ہے، کاش کہ ہمارے تاجر پیشہ حضرات ان چیزوں کی طرف توجہ کریں اور پھر اسلامی ماحول بنے۔

تجارت میں سچائی اور امانت داری کرنے والے عرش کے سایہ میں

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کے دن) سچا اور امانت دار تاجر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی شریف/ باب ماجاء فی التجار وتسمیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاہم ۱/۲۲۹، مشکوۃ شریف ۱/۲۴۳)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ بولنے والا تاجر قیامت میں عرش کے سایہ میں ہوگا۔ (الترغیب والترہیب ۲/۵۷۱ رقم: ۲۶۵۶ بیروت)

الصدوق اور الامین دونوں مبالغے کے صیغے ہیں حدیث کا مطلب اور پیغام واضح ہے کہ جو تاجر اور سوداگر اپنے کاروبار میں سچائی اور امانت یعنی دیانت داری کی پورے اہتمام سے پابندی کریں گے قیامت اور آخرت میں وہ نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوں گے۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا. [النساء: ٦٩]

جو بندے اللہ ورسول کی فرمانبرداری کریں گے، وہ (قیامت وآخرت میں) ان مقبولین ومقربین کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے یعنی انبیاء وصدیقین اور شہداء وصالحین (کے ساتھ) اور یہ سب بہت ہی اچھے رفیق ہیں۔

تجارت اور سوداگری بڑی آزمائش کا کام ہے، تاجروں کے سامنے بار بار ایسی صورتیں آتی ہیں کہ اگر وہ خدا کے حکم کے مطابق سچائی اور ایمانداری کرے، تو اس کو بظاہر نقصان ہوتا ہے اور اگر سچائی، دیانتداری کا لحاظ کرنے کے بجائے اپنی تجارتی مصلحت کے مطابق بازاری بات کرے تو ہزاروں لاکھوں

کا نفع ہوتا ہے، ایسے موقع پر تاجر اپنی تجارتی مصلحت اور نفع نقصان سے صرف نظر کر کے اللہ کے حکم کے مطابق ہر حال میں سچائی اور امانتداری کی پابندی کرتا ہے، وہ خدائی امتحان میں بڑا کامیاب ہے، ایسے ہی تاجروں کو اس حدیث پاک میں بشارت سنائی گئی ہے کہ قیامت و آخرت میں وہ اللہ کے مقبول ترین بندوں کے ساتھ ہوں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی سچائی و دیانتداری کا صلہ ہوگا۔ (مستفاد: معارف الحدیث ۷/۶۷-۶۸)

سامان فروخت کی خامیاں چھپائی نہ جائیں

ہر چند کہ شریعت اسلامی میں تجارت اور خرید وفروخت کے احکام بڑی تفصیل سے ذکر کئے گئے ہیں اوران کی تفصیلات پر اصول وکلیات سے لے کر عام اور چھوٹی چھوٹی جزئیات تک سب کا احاطہ کئے ہوئے ہے؛ لیکن کچھ ہدایات ایسی ہیں جو بنیادی اور اساسی حیثیت کی حامل ہیں، پہلے ان کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

اس میں پہلی قابل ذکر چیز یہ ہے کہ شریعت میں سامان کے عیوب اور خامیوں کو چھپانا بہت ہی ناپسندیدہ بات ہے، ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلہ کے ایک ڈھیر پر گذر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر ہاتھ ڈالا، اس میں تراوٹ محسوس کی، فرمایا: یہ کیا ہے؟ تاجر نے عرض کیا کہ بارش میں بھیگ گیا ہے، ارشاد ہوا کہ پھر اس بھیگے ہوئے دانے کو اوپر کیوں نہیں رکھا کہ لوگ دیکھ سکیں، پھر فرمایا:

مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا. جو شخص دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں۔ (ترمذي شريف، كتاب البيوع ۲۴۵/۱)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے اور جانے لگے تو کپڑا پکڑ کر کھینچا اور فرمایا کہ ہر مسلمان کے لئے بھلا سوچنا! ''اَلنُّصْحُ لِكُلِّ مُسْلِمٍ''۔ چنانچہ حضرت جریرؓ کا معمول تھا کہ جب بھی کوئی سامان فروخت کرتے، تو عیب زدہ حصہ سامنے رکھ دیتے اور اختیار دیتے کہ چاہے تو لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔ (احیاء علوم الدین/کتاب الکسب والمعاش ۲۹۵/۳ دار المنہاج)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ ایک شخص نے تین سو دینار میں اونٹنی فروخت کی پھر ابھی وہ شخص نکلا ہی تھا کہ آپؓ نے چیخ کر آواز دی اور دریافت فرمایا کہ اونٹنی کس کام کے لئے لے رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ سواری کے لئے، حضرت واثلہؓ نے فرمایا کہ اس کے کھر میں سوراخ

ہے اور وہ تیز نہیں چل سکتی، اس شخص نے اونٹنی واپس کردی اور بیچنے والے نے سو درہم کمی کردی، تاجر واثلہؓ سے کہنے لگا کہ آپ نے میرے معاملہ کو خراب کردیا۔ حضرت واثلہؓ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی سامان کو بیچنا جائز نہیں جب تک کہ اس کی خامی کا اظہار نہ کردیا جائے اور جو کوئی اس خامی سے واقف ہو، اس پر بھی اس خامی کا اظہار واجب ہے۔ (احیاء علوم الدین/ کتاب الکسب والمعاش ۲۹۶/۳، مسند احمد ۴۹۱/۳ دار الفکر بیروت)

یہاں تک کہ اگر کوئی شخص عیب چھپالے اور خریدار کو اندھیرے میں رکھے، بعد کو چل کر خریدار اس سے واقف ہو تو خریدار کو اس معاملہ کے باقی رکھنے یا ختم کردینے کا اختیار حاصل ہوتا ہے، جس کو فقہ کی اصطلاح میں ''خیار عیب'' کہا جاتا ہے۔

جھوٹ اور دھوکہ

اسی سے قریب تر دوسرا حکم یہ ہے کہ خرید وفروخت کے کسی معاملہ میں دھوکہ دہی سے کام نہ لیا جائے اور اپنا سامان فروخت کرنے کے لئے جھوٹ نہ بولے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جھوٹ بول کر اپنا سامان فروخت کرے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن نگاہ رحمت نہیں فرمائیں گے۔

(ترمذی شریف، کتاب البیوع/ باب ماجاء فی من حلف علی سلعتہ کاذبا ۲۳۰/۱)

خرید وفروخت کی مختلف صورتیں ہیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے منع فرمایا: مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''تلقی جلب'' سے منع فرمایا۔ (مسلم عن ابی ہریرہ، کتاب البیوع/ باب تحریم تلقی الجلب ۴/۲)

''تلقی جلب'' یہ ہے کہ قافلۂ تجارت کے شہر میں داخل ہونے سے پہلے ہی اس سے سامان کم دام میں خرید کرلیا جائے اور اسے بازار کی قیمت کے بارے میں غلط باور کرایا جائے، ظاہر ہے یہ اصحابِ مال کے ساتھ دھوکہ ہے، اسی قسم کے ایک معاملہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''نجش'' یا ''تناجش'' سے تعبیر کیا۔ یعنی خریدنے کا ارادہ تو نہ ہو؛ لیکن دوسرے گاہکوں کو دھوکہ دینے کی غرض سے ایک شخص خواہ مخواہ قیمت بڑھا کر بولے کہ یہ خریداروں کیساتھ دھوکہ دہی ہے۔ (ہدایہ، کتاب البیوع/ فصل فیما یکرہ ۶۶/۳ مکتبہ تھانوی)

جانور کے دودھ نہ دوہے جائیں کہ خریدار دھوکہ کھا جائے، اس کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کیوں کہ یہ بھی صریح دھوکہ دہی ہے۔ (مسلم عن ابی ہریرہ، کتاب البیوع/ باب حکم بیع المصراۃ ۴/۲)

دھوکہ کی وجہ سے خرید وفروخت کی ممانعت کی بہت سی صورتیں ہیں، جو حدیث وفقہ کی کتابوں میں موجود ہیں، اکثر اوقات اس سے شریعت نے صرف حکم اخروی یعنی آخرت کے ثواب وعذاب کو متعلق کیا ہے؛ لیکن بعض اوقات اس سے احکام دنیا بھی متعلق ہیں مثلاً کسی شخص نے ایک سامان خرید کیا اور دوسرے کو یہ کہہ کر فروخت کیا کہ میں اپنی قیمت خرید ہی پر تم سے بیچ رہا ہوں؛ لیکن قیمت خرید کے بتانے میں دروغ گوئی سے کام لیا اور زیادہ بتادی یا کہا کہ قیمت خرید پر اتنا نفع لیتا ہوں؛ حالانکہ اصلاً اس نے زیادہ پیسے لئے تھے، تو ان دونوں صورتوں میں جن کو فقہاء کی اصطلاح ''تولیہ'' اور ''مرابحہ'' کہا جاتا ہے، خریدار کو اس معاملہ کے ختم کردینے یا اس سے زیادہ رقم کے واپس لینے کا حق حاصل ہوگا۔ (ہدایہ ۳/۷۲ مکتبہ تھانوی)

دھوکہ دینے سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ملاحظہ فرمائیے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ قُتَيْبَةُ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لاَ تَنَاجَشُوْا.

(ترمذي شريف ۱/۲٤٤)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور قتیبہ نے اپنی روایت میں کہا کہ ابو ہریرہؓ پہنچاتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نجش (دھوکہ) نہ دیا کرو۔

فائدہ:- اہل علم کا اتفاق ہے کہ نجش یعنی دھوکہ دینا حرام ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى صُبْرَةٍ مِنْ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيْهَا فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلاً، فَقَالَ: يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ! مَا هٰذَا؟ قَالَ: أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ أَفَلاَ جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ، ثُمَّ قَالَ: مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا.

(ترمذي شريف ۱/۲٤٥)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غلہ کے ڈھیر کے پاس سے گذرے اور اس میں آپ ﷺ نے ہاتھ ڈالا، تو آپ ﷺ کی انگلیوں کو تری محسوس ہوئی، پھر آپ ﷺ نے اس غلہ بیچنے والے سے پوچھا: اے غلہ بیچنے والے یہ تری کیسی ہے؟ اس نے کہا کہ بارش ہوگئی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر اس تر والے کو تو نے اوپر کیوں نہیں کیا تاکہ اسے خریدار لوگ دیکھ لیتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو خیانت اور دغابازی کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ دغا کرنا (یعنی فروختگی کے وقت مبیع کا عیب چھپانا) حرام ہے۔

حضرت واثلہ بن اسقعؓ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی عیب دار چیز کو اس طرح بیچے کہ اس (کے عیب) سے خریدار کو مطلع نہ کرے، تو وہ ہمیشہ اللہ کے غضب میں رہتا ہے یا یہ فرمایا کہ اس پر فرشتے ہمیشہ لعنت بھیجے رہتے ہیں۔ (ابن ماجہ/ باب من باع عیبا فلیبینہ ۱۶۲، مشکوۃ شریف ۱/۲۴۹)

اَسبابِ نزاع کا سدباب

اسی طرح خرید وفروخت یا ایسی تمام صورتیں جو مستقبل میں جھگڑے اور نزاع کا سبب بن سکتی ہوں، شریعت نے اس کو روک دیا ہے، اسی وجہ سے ایسی چیز جو آدمی کے قابو میں نہ ہو، قبضہ میں نہ ہو یا معاملہ کے وقت موجود نہ ہو اس کو بیچنے سے منع فرمادیا۔ (ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء فی کراہیۃ بیع مالالیس عندہ ۱/۲۳۳)

کیوں کہ یہ چیز مستقبل میں فریقین کے درمیان اختلاف اور نزاع کا باعث بن سکتی تھی، اسی طرح ضروری ہے کہ سامان اور قیمت اچھی طرح متعین ہوجائے۔ (مسلم شریف، کتاب البیوع/ باب تحریم بیع صبرۃ المجھولۃ القدر بتمر ۲/۶)

اگر سامان ادھار ہو تب تو ضروری ہے کہ اس سامان کی جنس، اس کے اوصاف، مقام ادائیگی اور مدت وغیرہ تمام متعلقات پوری طرح متعین اور مشخص کردیئے جائیں۔ (مسلم شریف/ باب السلم ۲/۳۱، ہدایہ، کتاب البیوع/ باب السلم ۳/۹۲)

اسی طرح سامان فروخت سے غیر متعین اور مبہم استثناء کی اجازت نہیں دی گئی۔ (البحرالرائق/ کتاب البیوع ۶/۱۴۴ زکریا)

اگر مختلف قسم کے سکوں کا یکساں رواج ہے تو قیمت میں سکوں کی نوعیت کا متعین کرنا ضروری سمجھا گیا۔ (ہدایہ/ کتاب البیوع ۳/۲۱)

معاملہ خرید وفرخت اس وقت تک قطعی اور مکمل نہیں سمجھا جاتا جب تک کہ خریدار اس کو دیکھ نہ لے، اسی کو فقہ کی اصطلاح میں ''خیار رویت'' کہتے ہیں، معاملہ کے نفع ونقصان کو اچھی طرح پرکھ لینے کے لئے تین دنوں کی خصوصی مہلت دی گئی، جو فریقین میں سے ہر ایک دوسرے سے حاصل کرسکتا ہے، اس کو فقہ کی اصطلاح میں ''خیار شرط'' کہتے ہیں۔ یہ اور اس طرح کے بہت سے احکام ہیں جو ممکنہ اختلاف اور نزاع کو

روکنے کے لئے پیش بندی اور ابتدائی احتیاط کا درجہ رکھتے ہیں۔

اسی طرح ایسی باتیں جو باہم منافست اور رقابت پیدا کرتی ہوں، ان کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سلسلہ میں حدیث میں دو باتوں کی خصوصیت کے ساتھ ممانعت آئی ہے۔ ''سَوْمٌ عَلیٰ سَوْمِ أَخِیْهِ'' اور ''بَیْعٌ عَلیٰ بَیْعِ أَخِیْهِ'' ''سَوْمٌ عَلیٰ سَوْمِ أَخِیْهِ'' یہ ہے کہ ایک شخص کسی قیمت پر خریداری کا معاملہ کر رہا ہو کہ دوسرا شخص آ پہنچے اور اس سے زیادہ قیمت خرید کی پیشکش کرے، ''بَیْعٌ عَلیٰ بَیْعِ أَخِیْهِ'' یہ ہے کہ ایک شخص کوئی چیز بیچ رہا ہو کہ دوسرا شخص اس سے کم قیمت میں وہی سامان دینے کی پیش کش کرے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں باتوں سے منع فرمایا کہ اس سے باہم منافست، جذبہ رقابت اور تکدر پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔ (بخاری شریف، کتاب البیوع/ باب لایبیع علی بیع اخیہ ۱/ ۲۸۷ تھانوی دیوبند)

البتہ یہ ممانعت اسی وقت ہے؛ جبکہ سامان کے خریدنے یا بیچنے کی طرف اس دوسرے شخص کا میلان ہو چکا ہو۔ (عمدۃ القاری ۱۱/ ۲۵۷ بیروت)

نیز اس حکم میں مسلمان اور غیر مسلم دونوں مساوی ہیں۔ (عمدۃ القاری ۱۱/ ۲۵۸ بیروت)

ہاں! اس سے ڈاک (بولی) والی صورت مستثنیٰ ہے، جس میں ایک شخص زیادہ سے زیادہ قیمت کے حصول کے لئے بولی لگاتا ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح خرید وفروخت ثابت ہے۔ (ترمذی شریف، کتاب البیوع/ باب ماجاء فی من یزید ۱/ ۲۳۱)

باہمی رضامندی اور انصاف کی رعایت

تجارت کے معاملہ میں بلکہ تمام ہی معاملات اور معاہدات میں شریعت کا عمومی مزاج یہ ہے کہ فریقین کی مکمل رضامندی کے بغیر معاملہ طے نہ ہو اور اس کو ایسی آزادی حاصل ہو جو دوسروں کے لئے نقصان اور ضرر کا باعث نہ ہو؛ اسی لئے ایسی تمام صورتیں جس میں صاحب معاملہ کی رضامندی کے بغیر کوئی معاملہ اس پر تھوپا جائے، شریعت کی نگاہ میں ناپسندیدہ اور ممنوع ہے، اسلام سے پہلے خرید وفروخت کی متعدد صورتیں رائج تھیں، جن میں مکمل رضامندی کے بغیر آدمی پر کوئی سودا لازم ہو جاتا تھا، جس کو ''ملامسہ'' اور ''منابذہ'' کہا کرتے تھے، اسلام نے ایسی تمام صورتوں کو منع کر دیا اور قیمت کے معاملہ میں بھی اسلام کا عمومی مزاج یہی ہے کہ حکومت دخل نہ دے اور طبعی رفتار اور افتاد کے مطابق قیمتوں میں کمی وبیشی ہو، ایک

بار بعض لوگوں نے خصوصیت سے خواہش کی کہ قیمتیں متعین کردی جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رائے سے اتفاق نہیں کیا اور فرمایا کہ قیمتوں میں گرانی اور ارزانی کرنے والا اللہ ہے۔ (ترمذی عن انسؓ/ باب ما جاء فی المخابرۃ والمعاومۃ ۱/۲۴۵، سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات/ باب من کرہ ان یسعر ۱/۲۴۵)

لیکن بعض دفعہ لوگ اخلاقی ہدایات کا اثر قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے ہیں اور ان کے لئے قانون کی تلوار استعمال کرنا ناگزیر ہوجاتا ہے، ایسے ہی لوگوں کی نفسیات کو سامنے رکھ کر فقہاء نے گراں فروشی کے بہت بڑھ جانے کی صورت میں تعیین قیمت کا حکومت کو حق دیا ہے کہ حکومت اصحاب رائے کے مشورہ سے تاجروں کو متعینہ قیمت پر فروخت کرنے پر مجبور کرسکتی ہے۔ (الاشباہ والنظائر للسیوطی ص: ۱۸۷)

غبن فاحش

گوشریعت نے نفع کے لئے کوئی خاص مقدار متعین نہیں کی ہے؛ لیکن اتنا نفع لینا جو "غبن فاحش" کے درجہ میں آجائے، مکروہ ہے "غبن فاحش" سے مراد یہ ہے کہ مختلف واقف کار لوگ ایک سامان کی جو قیمت لگاتے ہوں، قیمت ان سب سے بڑھ جائے، اتنا کثیر نفع لینا مزاج شریعت کے خلاف ہے، شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے خوب لکھا ہے کہ تاجرانہ نفع کی دوصورتیں ہیں: ایک یہ کہ محتاج کی ضرورت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس سے خوب گراں بیچا جائے، دوسرے یہ کہ معمولی نفع لیا جائے اور جلد جلد اس کو استعمال میں لایا جائے، نفع کی یہ دوسری شکل تمدنی تقاضوں کے مطابق بھی ہے اور برکت کا باعث بھی۔ (حجۃ اللہ البالغہ ۲/۱۷۲، کتاب البیوع المنہی عنہا)

دوسرے فریق کی رعایت

تمام معاملات کی طرح اسلام کا تصور یہ ہے کہ خرید وفروخت اور تجارت کے معاملہ میں بھی ایثار، نرمی، دوسروں کو ترجیح، دیانت وایمانداری، صدق وراستی، وعدہ کی پابندی اور ایفاء عہد کی ڈگر پر انسان قائم رہے۔

سوید بن قیسؓ سے مروی ہے کہ میں اور ایک صاحب کپڑا فروخت کررہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، پاجامہ خرید لیا، میرے پاس ایک شخص تھا، جو قیمت تولنے اور وزن کرنے پر مامور تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیمت ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ جھکا کر تولو "زن وارجح"۔ (ابوداؤد شریف، کتاب البیوع/ باب الرجحان فی الوزن ۴۷۴)

یعنی وزن میں کچھ زیادہ تو ہو کمی نہ ہو، ناپ تول کے پیمانے والوں سے فرمایا کہ تم لوگ دو ایسی چیز

کے ذمہ دار بنائے گئے ہو، جس میں اس سے پہلے کی امتیں ہلاک ہوچکی ہیں۔ (ترمذی شریف، کتاب البیوع/ باب ماجاء فی المکیال والمیزان ۱/۲۳۰)

کسی کے یہاں قیمت باقی ہو اور اسے مہلت دی جائے یا معاف کردیا جائے تو ارشاد خداوندی ہے کہ قیامت کے دن اسے عرش باری کا سایہ حاصل ہوگا۔ (ترمذی شریف، کتاب البیوع، باب ماجاء فی انذار المعسر والرفق بہ ۱/۲۴۴)

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص کے پاس کوئی نیکی نہیں تھی سوائے اس کے کہ وہ دولت مند تھا اور اپنے غلاموں کو حکم دیا کرتا تھا کہ تنگدست لوگوں سے درگذر کا معاملہ کرو، اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ کہہ کر معاف کردیا کہ ہم معاف کرنے کے زیادہ لائق ہیں؛ اس لئے اسے معاف کردو۔ (مسلم شریف، کتاب المساقات، باب فضل انظار المعسر ۲/۱۸)

معصیت میں معاون تجارت سے بچیں

اسی طرح جو خرید وفروخت معصیت میں تعاون کا ذریعہ ہو، ان کے ذریعہ گناہ کے کاموں کو فروغ ہوتا ہو، یا شریعت جن چیزوں کو حرام وممنوع اور ناقابل استعمال قرار دے کر ناقابل احترام ٹھہراتی ہو، ان کے ذریعہ ان کی تعظیم وتوقیر ہوتی ہو، ایسی تمام صورتوں کو بھی شریعت نے منع کیا ہے کہ اسلام سے وفاداری اور ایمان پر استواری کا یہی تقاضا ہے۔

چنانچہ سور کی خرید وفروخت کو منع کیا گیا ہے، خون اور مردار کی بیع کو نادرست قرار دیا گیا ہے، شراب نوشی کی اجازت نہیں دی گئی، تصاویر اور ذی روح کے مجسمے جو ہر زمانہ میں شرک کا اولین سبب رہے، اُن کی خرید وفروخت کو جائز نہیں رکھا گیا؛ اس لئے کہ مجسموں کی خرید وفروخت شرک میں اعانت ہے، شراب فروشی سے شراب نوشی کو تقویت حاصل ہوگی، سور، خون اور مردار کی خرید وفروخت اس کی عظمت وحرمت کا اعتراف ہے جو دین وشریعت کے خلاف ہے، فتنہ کے زمانہ میں اہل فتنہ سے اسلحہ کی فروخت اور اغلام بازی کے عادی شخص سے غلام کی خرید وفروخت کو بھی اس قاعدہ کے تحت فقہاء نے منع کیا ہے، غور کیا جائے تو وہ معاملات جن کو فقہاء نے ''بیع باطل'' کے زمرہ میں رکھا ہے وہ اکثر اسی اصول کی بنا پر ممنوع قرار دیئے گئے ہیں۔ (جاری)

ذکرِ رفتگاں:

آہ! شیخ عبدالحق صاحب اعظمیؒ

شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

۱۳۴۷ھ......۱۴۳۸ھ، مطابق ۱۹۲۸ء......۲۰۱۶ء

مولانا مفتی محمد شاکر صاحب قاسمی مدنی اُستاذ تخصص فی الحدیث مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر، اعظم گڈھ

دیر سے بیٹھا ہوں ہاتھوں میں لئے اپنے قلم
کیا لکھوں، کیسے لکھوں، دل پر ہے طاری شامِ غم

عالی مرتبت، عالی صفات، عالی مقام، نمونہ اسلاف، فنا فی اللہ، زہد فی الدنیا کے عملی پیکر، جامع کمالات وصفات حمیدہ، استاذ الاساتذہ، حضرت شیخ الحدیث، بندۂ ناچیز کے خسر حضرت اقدس مولانا عبدالحق صاحب اعظمی نوراللہ مرقدہٗ، شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند ۳۰/ربیع الاول کے اختتام اور یکم ربیع الثانی کے آغاز ۱۴۳۸ھ مطابق ۳۰/دسمبر ۲۰۱۶ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب تقریباً سوا سات بجے دیوبند کے مشہور ڈاکٹر ڈی، کے، جین کے اسپتال میں اپنے تمام متعلقین کو روتا بلکتا چھوڑ کر مولائے حقیقی سے جاملے۔ ﴿إنَّا لِلّٰهِ وَإنَّا إلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ ’’إنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ، وَلَه‘ مَا أَعْطٰی، وَکُلُّ شَيْءٍ عِنْدَه‘ بِأَجَلٍ مُسَمّٰی، فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ‘‘.

موت وحیات کا فلسفہ درحقیقت خالق کائنات کی قدرت کاملہ کے اظہار اور بندوں کی عاجزی کا غماز ہے، اسی سے مخلوقِ خدا کا فانی ہونا ثابت ہوتا ہے، خواہ وہ اپنے مقام ومرتبہ اور جاہ ومنصب میں کتنا ہی بڑا ہو، بہرصورت اس کو قضا وقدر کا فیصلہ قبول کرنا ہی ہے، اس دنیا میں جو بھی آنکھیں کھولتا ہے، وہ ایک نہ ایک دن بند بھی ضرور کرتا ہے، خدائی اعلان ہے: ﴿کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ (ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے)، یہ روزانہ کا معمول ہے نہ جانے کتنے لوگ ہر روز اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں اور دوسروں کی زندگی معمول کے مطابق چلتی رہتی ہے؛ لیکن جو لوگ حق شناس، خداترس اور عالم باعمل ہوتے ہیں، ان کی رحلت پر اپنوں کے ساتھ زمانہ بھی روتا ہے، زمین روتی ہے، آسمان روتا ہے، حضرت شیخ علیہ الرحمہ کے

انتقال پر ملال پر ہر کوئی زبانِ حال سے کہہ رہا ہے:

اے خطۂ فردوس کے راہی تو پلٹ آ ❖ رحلت پہ تری غلغلۂ آہ و فغاں ہے

راقم الحروف تادم تحریر (پندرہ روزہ بعد) بھی اس حادثۂ جانکاہ سے متاثر وغم زدہ ہے، کیا لکھوں اور کس طرح لکھوں! کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے؛ لیکن لوگوں کے اصرار کی وجہ سے حضرت کی خودنوشت کی روشنی میں ذہن ودماغ پر زور ڈال کر کچھ لکھنے کی کوشش کررہا ہوں۔

حضرت والا سے گھریلو تعلقات

۱۹۷۸ء میں راقم الحروف کے والدین فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے ''نور جہاں'' نامی آبی جہاز سے حرمین شریفین تشریف لے گئے، اسی جہاز میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ بھی رفیق سفر تھے؛ لیکن پہلے سے تعارف نہ ہونے کی وجہ سے دوران سفر باقاعدہ ملاقات نہ ہوسکی، حرمین شریفین میں قیام کے دوران والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مختلف حضرات کو اپنے یہاں کھانے کے لئے مدعو کیا کرتے تھے، حاجی اسماعیل صاحب لونیہ ڈیہہ اعظم گڈھ جن کا نانی ہال ہمارے آبائی گاؤں منجیرپٹی میں تھا، انہوں نے والد صاحبؒ کی حضرت والا سے ملاقات کرائی، والد صاحب نے اپنے ساتھ کھانا کھانے کی پیشکش کی، حضرت نے بخوشی قبول فرمایا، اس سفر حج میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ استاذِ گرامی قدر بحر العلوم حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی دامت برکاتہم بھی تھے، بعد میں والد صاحبؒ نے پورے سفر اپنے ساتھ کھانا کھانے کی درخواست کی اور آپ نے شرف قبول بخشا، چنانچہ پورے سفر حج میں چند اوقات کو چھوڑ کر ساتھ ہی کھانا کھاتے رہے، اُس وقت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ مشرقی یوپی کی عظیم دینی درس گاہ دار العلوم مئو میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے، تعلیمی سلسلہ جاری رہے اور طلبہ کا زیادہ نقصان نہ ہو؛ اس لئے واپسی کی تاریخ آپ نے پہلے کروالی، ان چند ہی ایام کی ہمراہی میں ان کے درمیان آپسی تعلق اتنا مضبوط ہوگیا کہ واپسی کے وقت حضرت والا اور والد صاحب رحمہما اللہ آبدیدہ ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے ، آئندہ ملتے ملاتے رہنے کے عہد و پیمان کے ساتھ ایک دوسرے سے جدا ہوئے، یہیں سے، اسی مبارک سفر اور مبارک سرزمین سے ہمارے گھرانہ تعلقات کا آغاز ہوتا ہے، پھر حرمین شریفین کی یہ دوستی مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئی، یہاں تک کہ وہ وقت بھی آیا، جب ۳۰/دسمبر ۲۰۰۷ء کو حضرت والا نے اپنی

چھوٹی بیٹی کو راقم الحروف کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک فرما کر دوستی کے اس رشتہ کو رشتہ داری میں تبدیل فرمادیا، اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو محبت ومودت کے ساتھ قائم ودائم رکھے۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال فرمانے اور بندہ کے شفقت پدری سے محروم ہوجانے کے بعد اس رشتہ کی وجہ سے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ والد صاحبؒ کی طرح محبت وشفقت فرماتے رہے؛ اور آج رشتۂ نکاح کے ٹھیک نو سال بعد (۳۰/دسمبر ۲۰۱۶ء کو) یہ سایۂ محبت وہمدردی بھی ہمارے سروں سے اٹھ گیا۔ إنَّا لِلّٰهِ وَإنَّا إلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

ذیل میں حضرت والا علیہ الرحمہ کے کچھ حالات سپردِ قرطاس کئے جاتے ہیں:

نام ونسب:- شیخ عبدالحق بن محمد عمر بن کریم بخش بن محمد علی۔

خاندان:- آپ خاندانی طور پر شیخ برادری سے تعلق رکھتے تھے، آپ کے آباء واجداد شیرازِ ہند ضلع جونپور کے موضع ظفرآباد سے ہجرت کرکے اعظم گڈھ کے موضع ''بسہی اقبال پور'' آئے، پھر وہاں سے ضلع اعظم گڈھ کے مشہور قصبہ ''پھولپور'' سے متصل موضع ''جگدیش پور'' آئے اور یہیں سکونت اختیار کرلی۔

ولادت:- ۶/رجب المرجب ۱۳۵۱ھ (بحوالہ خودنوشت؛ لیکن خودنوشت کی دیگر مندرجات اور معاصرین کے بقول، نیز انگریزی سنہ ۱۹۲۸ء کی وجہ سے آپ کا ہجری سنہ پیدائش ۱۳۴۷ھ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے) مطابق ۱۷/دسمبر ۱۹۲۸ء بروز دوشنبہ آپ کی پیدائش ہوئی۔

جائے پیدائش:- ضلع اعظم گڈھ کے جن علاقوں نے علم وعمل کی دنیا میں اپنا نام روشن کیا، ان میں سرِفہرست آپ کی جائے پیدائش ''جگدیش پور'' کا نام نامی بھی ہے، اس سرزمین سے بہت سے نامور علماء، صلحاء اور اہم شخصیات اٹھیں، اور دنیا کو اپنے علمی وروحانی فیضان سے سیراب کرگئیں، نیز اس سرزمین سے اٹھنے والی تین اہم شخصیات کا بیک وقت از ہر ہند دارالعلوم دیوبند میں اعلیٰ مناصب پر فائز ہونا بھی اس کا طرۂ امتیاز ہے: (۱) حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الحدیث)۔ (۲) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی (استاذ حدیث)۔ (۳) حضرت مولانا قاری ابوالحسن صاحب مدظلہ العالی (سابق صدر القراء)۔

نشو ونما:- آپ نے اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سایۂ عاطفت میں اپنی زندگی کی ابھی ۶/بہاریں ہی دیکھی تھیں کہ والد صاحبؒ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ یتیم ہوگئے، تربیت واصلاح اور

پرورش ونگہداشت کی ساری ذمہ داری والدہ محترمہ کے سر آپڑی، جس کو وہ بحسن وخوبی انجام دیتی رہیں، بعد میں آپ کی والدہ کا نکاح آپ کے پھوپھی زاد بھائی چودھویں صدی ہجری کے چند نامور علمائے کرام میں سے ایک بڑے عالم، حضرت مولانا ماجد علی صاحب جونپوری رحمہ اللہ کے شاگرد خاص، جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا ابوالحسن محمد مسلم صاحب نوراللہ مرقدہ' شیخ الحدیث دارالعلوم مئو وشیخ الحدیث مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڈھ سے ہوگیا، اورانہوں نے آپ کو اپنے زیر عاطفت پوری توجہ کے ساتھ تعلیم وتربیت کے زیور سے آراستہ وپیراستہ کیا، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ بار باران کا تذکرہ فرماتے کہ میں جو کچھ بھی ہوں، اللہ کی رحمت کے بعد حضرت مولانا محمد مسلم صاحبؒ کی تعلیم وتربیت ہی کا اثر ہے۔

حضرت کے بھائی بہن:- حضرت کے والد ماجد جناب محمد عمر صاحب علیہ الرحمہ کا پہلا عقد موضع راجہ پور سکرور میں ماموں کی لڑکی سے ہوا، ان سے ایک لڑکی زہریٰ پیدا ہوئیں، پھر دوسرا عقد موضع مسلم پٹی میں ہوا، ان سے بھی ایک لڑکی زہیرا پیدا ہوئیں، تیسرا عقد موضع کشنی پور متصل مہوارہ میں ہوا، ان سے دولڑکے عبدالقادر اور عبدالعلی اور ایک لڑکی زبیدہ پیدا ہوئیں، چوتھا عقد جگدیش پور (گاؤں ہی) میں ہوا، جو حضرت کی والدہ تھیں، ان سے تین لڑکیاں: محمودہ، سیدہ، زاہدہ اور ایک لڑکے عبدالحق (حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ) پیدا ہوئے، محمودہ سب سے بڑی تھیں، سیدہ اور زاہدہ حضرت سے چھوٹی تھیں۔

ابتدائی تعلیم:- دیہاتی ماحول کے مطابق حضرت والا نے بھی تعلیم کا آغاز گاؤں کے مکتب ''مدرسہ امدادالعلوم'' سے فرمایا اور جناب حافظ محمد حنیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ (والد ماجد استاذ القراء حضرت مولانا قاری ابوالحسن صاحب اعظمی سابق صدر القراء دارالعلوم دیوبند) سے ناظرہ قرآن کریم اور معمولی ابتدائی اردو کی تعلیم حاصل کی۔

بیت العلوم میں داخلہ:- حضرت والا تعلیمی سلسلہ کو آگے بڑھانے کے لئے اپنے علاقہ کے مشہور دینی ادارہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ بیت العلوم سرائے میر اعظم گڈھ میں یکم ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ (بحوالہ رجسٹر داخلہ مدرسہ بیت العلوم، اور بحوالہ خودنوشت ۱۳۶۵ھ میں) داخلہ لیا، اور عارف باللہ شیخ طریقت حضرت مولانا محمد سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سیرت خاتم الانبیاء، صفائی معاملات، پندنامہ، تیسر المبتدی، گلزار دبستاں، پنج گنج، علم الصیغہ، نورالایضاح، نحومیر، شرح مأۃ عامل، ہدایۃ النحو، کافیہ، قدوری اور شرح وقایہ وغیرہ کتابیں اور حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آمدنامہ، فارسی کی پہلی، گلستاں

باب ششم، میزان منشعب ، مالا بد منہ، منتخب النفائس، شرح جامی بحث اسم وفعل ، سراجی اور تلخیص المفتاح وغیرہ اور حضرت مولانا محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نائب ناظم سے فارسی کی دوسری اور اخلاق محسنی وغیرہ، اور حضرت مولانا فیض الرحمٰن صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے بقیہ گلستاں، بوستاں مکمل، اور مفتاح القواعد، جناب ماسٹر عین الحق صاحب سے حساب، سفینۂ اردو اور رحمتِ عالم وغیرہ کتابیں، ۱۸؍شعبان ۱۳۷۱ھ تک پانچ سال چار ماہ کی مدت میں پڑھیں، مدرسہ میں اساتذہ کے نورنظر اور ممتاز طلبہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

دارالعلوم مئو میں داخلہ:- اوپر گذر چکا ہے کہ آپ کے والد صاحب کے دنیا سے رخصت ہوجانے کے بعد آپ کی تعلیمی اور اخلاقی تربیت کے ذمہ دار جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا محمد مسلم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو مدرسہ دارالعلوم مئو میں شیخ الحدیث تھے، انہوں نے مزید تعلیمی سلسلہ کو اپنی نگرانی میں آگے جاری رکھنے کے لئے دارالعلوم مئو میں بلالیا، چنانچہ ۱۳۷۲ھ (خودنوشت کے مطابق ۱۳۷۱ھ) میں دارالعلوم مئو میں داخلہ لے کر متعدد عبقری علمی شخصیات کے چشمۂ علم وعمل سے خوب خوب سیراب ہوئے ، اس زمانہ میں آپ نے اپنے مشفق مربی جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا محمد مسلم صاحب جون پوری رحمۃ اللہ علیہ سے کبریٰ، ایساغوجی، تہذیب، شرح تہذیب، مرقات، قطبی، سلّم العلوم، ملّا حسن، ہدیہ سعیدیہ، میبذی، مسلم الثبوت، حمداللہ، شمس بازغہ اور ہدایہ جلد اوّل وثالث ورابع ودیگر کتب معقولات ومنقولات پڑھیں، اور حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب علیہ الرحمہ (جو بعد میں دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی ہوئے) سے ہدایہ ثانی اور سراجی، حضرت مولانا قاری ریاست علی صاحب بحری آبادی غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ (جو بڑے قاری صاحب کے نام سے مشہور تھے) سے مقامات حریری اور جلالین شریف، حضرت مولانا محمد امین صاحب سے مشکوٰۃ شریف، حضرت مولانا حکیم منظور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نائب ناظم سے نورالانوار اور حضرت مولانا محمد مصطفیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خلاصۃ البیان وغیرہ کتابیں پڑھیں۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ:- از ہرہند مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے علم وعمل کے بحر ناپیدا کنار سے علمی غواصی اور عالی علمی وروحانی شخصیات سے نور نبوت کو حاصل کرنے کے لئے حضرت والا نے ۵؍شوال المکرّم ۱۳۷۳ھ کو سرزمین علم وعمل دیوبند کے لئے رختِ سفر باندھا اور دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث شریف میں داخلہ لیکر شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہٗ سے صحیح بخاری اور جامع ترمذی، حضرت علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح مسلم، شیخ الادب حضرت مولانا

اعزازعلی صاحب امروہوی رحمۃ اللہ علیہ سے سنن ابی داؤداور شمائل ترمذی، حضرت مولانا فخرالحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنن نسائی، موطاامام مالک اور شرح معانی الآثار، حضرت مولانا ظہور احمد صاحب سے سنن ابن ماجہ اور حضرت مولانا محمد جلیل صاحب سے موطا امام محمد پڑھیں، دارالعلوم دیوبند میں بھی اساتذہ کے نورنظر رہے، چنانچہ ۲۸؍شعبان ۱۳۷۴ھ کو شیخ الاسلام حضرت مدنی علیہ الرحمہ کے ہمراہ وطن مالوف واپسی ہوئی، حضرت مدنی علیہ الرحمہ ’’اکبرپور‘‘ اتر گئے اور آپ شاہ گنج تک آکر جگدیش پور تشریف لائے۔

مختلف مشائخ سے اجازت حدیث:- دارالعلوم دیوبند کے دورہ حدیث شریف کے تمام اساتذہ کے علاوہ آپ کو مندرجہ ذیل حضرات سے بھی اجازت حدیث حاصل ہے۔

(۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی علیہ الرحمہ سے صحاح ستہ اور مسلسلات کی اجازت۔

(۲) حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب علیہ الرحمہ مہتمم دارالعلوم دیوبند سے مسلسلات کی اجازت۔

(۳) ابوالمآثر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب محدث اعظمی علیہ الرحمہ سے مکہ مکرمہ میں صحاح ستہ اور اوائل سنبل کی اجازت۔

(۴) حضرت مولانا سید فخرالدین صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند سے تین مرتبہ حدیث کی اجازت حاصل ہے۔

تدریسی سرگرمیاں:- رسمی تعلیم سے فراغت کے بعد ’’بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَةً‘‘ پر عمل کرتے ہوئے آپ نے خالص درس وتدریس کے میدان میں قدم رکھا اور کسب معاش کے لئے تجارت وغیرہ کسی ذریعہ کو کبھی آزمایا تک نہیں، خود فرمایا کرتے تھے کہ ’’میں نے اپنی زندگی میں تدریس کے علاوہ کوئی دوسرا مشغلہ نہیں اپنایا، اور میری خواہش ہے کہ اسی طرح پڑھتے پڑھاتے محبوب حقیقی سے جاملوں‘‘، چنانچہ اللہ رب العزت نے آپ کی دعا حرف بحرف قبول فرمائی اور مختلف اعذار وامراض کے باوجود آپ نے کبھی درس کو ترک نہیں فرمایا اور طلبہ سے فرمایا تھا کہ سنیچر کو درس دوں گا؛ لیکن جمعہ ہی کو داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے راہی ملک بقا ہوگئے، اللہ اپنی شایانِ شان بہتر سے بہتر بدلہ عنایت فرمائے۔

شیخ الحدیث مطلع العلوم بنارس:- جب آپ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد وطن

مالوف تشریف لائے، تو ارباب مطلع العلوم بنارس کی نگاہِ انتخاب آپ پر پڑی اور محرم ۱۳۷۵ھ میں بحیثیت شیخ الحدیث آپ کی تقرری ہوئی، بخاری شریف کے علاوہ کئی اور اہم کتابوں کا درس آپ سے متعلق تھا، دوسال یہاں درس دینے کے بعد بغرض مزید تعلیم اراکین کے نہ چاہتے ہوئے آپ نے استعفاد دےدیا اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ تشریف لے گئے، مگر ندوہ جانے کے بعد معلوم ہوا کہ پڑھی ہوئی کتابیں دوبارہ پڑھنی ہیں اور ماحول بھی راس نہ آنے کی وجہ سے ندوہ کی تعلیم ترک فرمادی، اربابِ مطلع العلوم بنارس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بڑے ہی اصرار کے ساتھ چھ ماہ بعد دوبارہ بحیثیت صدرالمدرسین آپ کو واپس لے آئے۔

اسی زمانہ میں بنارس میں حضرت کے پیٹ کا آپریشن ہوا، اور سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا، مسلسل پچیس روز تک داخل اسپتال رہے، استاذ گرامی قدر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی جگدیش پوری مدظلہ العالی استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند (جو اس وقت مطلع العلوم بنارس میں حضرت سے شرح جامی وغیرہ پڑھتے تھے) خدمت میں بیس بائیس روز تک رہے، نہانے اور کپڑے بدلنے کے لئے بھی وہاں سے نہ ہٹے، بقول حضرت ’’عزیزی مولوی حبیب الرحمٰن سلمہ نے پوری خدمت کی‘‘۔ (خودنوشت)

شیخ الحدیث مدرسہ حسینیہ بہار:- ماہِ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ میں بغرض تبدیلی آب وہوا رخصت لے کر صوبہ بہار (جھارکھنڈ) کے ضلع گریڈیہہ کے موضع ’’کول ڈیہا‘‘ کے مدرسہ حسینیہ تشریف لے گئے اور وہ وہاں نو ماہ تک علمی لعل وجواہر لٹائے، پھر شعبان ۱۳۸۳ھ میں تعطیل کلاں کے موقع پر جب وطن مالوف تشریف لائے تو اربابِ مطلع العلوم بنارس پھر بڑے ہی اصرار کے ساتھ مطلع العلوم واپس لے گئے۔

شیخ الحدیث دارالعلوم مئو:- غالباً ۱۳۸۸ھ ماہِ شوال المکرّم مطابق ۱۹۶۹ء میں اربابِ دارالعلوم مئو کے سخت اصرار کی بناء پر مطلع العلوم بنارس سے ایک سال کی رخصت لے کر دارالعلوم مئو میں بحیثیت شیخ الحدیث، صدرالمدرسین اور ناظم کتب خانہ تشریف لے گئے، پھر ۱۳۸۹ھ میں حضرت مولانا قاری ریاست علی صاحبؒ کے انتقال کے بعد صدرالمدرسین بنائے گئے، دارالعلوم مئو میں آپ سے متعلق بخاری شریف مکمل، ترمذی شریف مکمل، ہدایہ ثالث اور دیگر فنون کی اہم کتابوں کے درس کے علاوہ دارالافتاء کی ذمہ داری بھی آپ ہی کے ذمہ تھی، تیرہ ہزار سے زائد سوالات کے جواب آپ نے تحریر فرمائے، آپ کے فتاویٰ عموماً مفصل اور مدلل ہوتے تھے، اور بڑی ہی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، تقریباً ۱۴؍سال آپ مئو کو اپنے علمی فیضان سے سیراب کرتے رہے، اہل مئو آپ سے قابل رشک تعلق رکھتے تھے، جو وفات تک برقرار رہا۔

شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند:- ۱۴۰۲ھ میں بخاری شریف کے درس کے لئے اراکین شوریٰ دارالعلوم دیوبند کی نظر انتخاب حضرت والا پر پڑی، چنانچہ دارالعلوم کے لئے فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی علیہ الرحمہ نے براہ راست درخواست کی، پھر ارباب شوریٰ نے آپ کے نام خط بھی بھیجا، جب دارالعلوم مئو کے ذمہ داران کو یہ خبر ملی تو بے چین ہوگئے اور آپ کو روکنے کے لئے ہر ممکنہ کوشش کی، تین مرتبہ جگدیش پور وفد آیا، ایک مرتبہ موقع پا کر آپ کی والدہ کو سمجھایا کہ آپ کو دیوبند جانے سے منع فرمادیں؛ کیوں کہ مئو قریب ہے، ہر ہفتہ آپ سے ملاقات ہوجاتی تھی، اگر دیوبند چلے گئے، تو کئی کئی مہینہ بعد گھر واپس آئیں گے، چنانچہ آپ کی والدہ نے سختی سے منع کردیا، لیکن آپ نے اپنی والدہ سے فرمایا کہ میں وعدہ کر چکا ہوں، اگر نہیں گیا، تو وعدہ خلافی اور بڑی بدنامی ہوگی، تو آپ کی والدہ نے اجازت مرحمت فرمائی اور آپ ۹/ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ سے دارالعلوم دیوبند میں استاذ حدیث وفقہ وتفسیر مقرر ہوئے، پہلے سال بخاری شریف جلد ثانی، ہدایہ ثالث، موطأ امام مالک، مشکوٰۃ شریف جلد ثانی، نخبۃ الفکر، الاشباہ والنظائر اور تفسیر مظہری کا سبق آپ سے متعلق رہا، اور ''شیخ ثانی'' کے نام سے اس طرح مشہور ومعروف ہوئے کہ اسی نام سے آپ علمی دنیا میں جانے اور پہچانے جاتے تھے۔

پھر ۱۴۰۳ھ میں دارالعلوم مئو کے ناظم اعلیٰ صاحب دیگر ارکان مدرسہ کے ساتھ دیوبند تشریف لے گئے اور حضرت کو واپس لانے کے لئے ارباب دارالعلوم دیوبند سے بڑی کوشش کی اور حضرت بھی ایک مدت تک مئو میں رہنے کی وجہ سے انس کی وجہ سے واپس جانا چاہتے تھے، لیکن دارالعلوم دیوبند کے ذمہ داران کسی طرح واپس بھیجنے پر راضی نہ ہوئے، پھر آپ مسلسل ۱۴۰۲ھ سے ۱۴۳۸ھ تک دارالعلوم میں پوری آب وتاب کے ساتھ درس دیتے رہے اور اپنی خواہش کے مطابق خاکِ دیوبند کے پیوند بن گئے۔

وسعتِ مطالعہ وقوتِ حافظہ:- حضرت بلا کے ذہین اور قوی الحافظہ نیز وسیع مطالعہ کے مالک تھے، استاذ گرامی حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ العالی استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ ''میں نے دو بجے رات سے پہلے کبھی سوتے ہوئے نہیں دیکھا، جب دیکھو کتاب کے مطالعہ میں غرق رہتے تھے''، آپ کو مختلف کتابوں کی عبارتیں زبانی یاد تھیں اور بوقت ضرورت بالفاظہٖ پڑھ جاتے تھے، چنانچہ اس کی ایک جھلک ایک واقعہ سے دکھانا چاہوں گا، ایک مرتبہ آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالبر صاحب تراویح پڑھا رہے تھے، مقتدیوں میں حضرت والا کے ساتھ یہ ناچیز بھی تھا، دورانِ

تلاوت سورۂ انعام کی آیت نمبر (۱۰۰) ﴿وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ﴾ میں لفظ ''الجنّ'' کونون کے کسرہ کے ساتھ پڑھا، چوں کہ ناچیز حافظ نہیں ہے؛ اس لئے سلام پھیرنے کے بعد کہا کہ ''الجنّ'' شاید نون کے فتحہ کے ساتھ ہے، قرآن پاک میں دیکھ لیں، کسی اور نے تائید کی، تو مولانا عبدالبر صاحب نے کہا کہ ہاں ''جَعَلُوا'' کا مفعول ثانی ہے، اور ناچیز نے کہا کہ ''شُرَكَاءَ'' سے بدل ہے، حضرت والا نے خاموشی سے سن کر فرمایا: سامنے الماری سے جلالین نکالو! صاحب جلالین نے دونوں وجہ لکھی ہیں، جلالین نکال کر دیکھا، تو دونوں احتمال مذکور تھے، ہم لوگوں کے تعجب کی انتہا نہ رہی کہ تقریباً ۵۰ سال قبل جلالین کا آپ نے درس دیا تھا، اور ابھی تک آپ کے حافظہ میں یہ بات محفوظ تھی۔

علمی کارنامے:- حضرت والا کو قدرت نے لکھنے کا بہترین سلیقہ عنایت فرمایا تھا، چنانچہ تیرہ ہزار سوالات (جو سب افتاء سے متعلق تھے) کے جواب میں یہ بات خوب واضح نظر آتی ہے، آپ کے جواب فقہی انداز میں مفصل اور مدلل ہوا کرتے تھے، آپ کے یہ فتاویٰ جناب مولانا عبیداللہ شمیم صاحب قاسمی زید مجدہٗ (داماد حضرت والا) مرتب کر رہے ہیں، ابھی دارالعلوم مئو کے ذمہ داران سے معلوم ہوا کہ دارالعلوم مئو میں اور فتاوے ہیں، اللہ ربّ العزت جلد از جلد مکمل طبع ہونے کی صورت پیدا فرمائے، اسی طرح حضرت والا کو اپنے مربی جامع المنقول والمعقول حضرت مولانا محمد مسلم صاحب علیہ الرحمہ سے ''شرح تہذیب'' کے متن ''تہذیب'' کا آخری حصہ جو فن کلام سے متعلق ہے اس کا مخطوطہ ملا تھا، اور کبھی طبع نہیں ہوا تھا، حضرت اس کی تحقیق کی بڑی خواہش رکھتے تھے، لیکن مختلف امراض اور مشغولیوں کی وجہ سے موقع نہیں مل رہا تھا تو بندہ کو اپنی نگرانی میں اس کی تحقیق کا مکلّف کیا اور الحمدللہ ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۰۱۰ء میں تصنیف سے تقریباً ۵۰۰ سال بعد بنام تہذیب الکلام طبع ہوئی، حضرت بہت ہی خوش ہوئے کہ میری خواہش پوری ہوئی، بہت ساری دعاؤں سے نوازا اور تمام اساتذۂ دارالعلوم دیوبند اور عالمی علمی شخصیات کو ہدیہ میں پیش کیا، اسی طرح صحیح بخاری کے حاشیہ پر قیمتی نوٹس اور جامع ترمذی اور شمائل ترمذی کے حل کے لئے عمدہ تعلیقات بھی آپ کے قلم سے وجود میں آئیں، اللہ تعالیٰ طبع ہونے کی کوئی شکل پیدا فرمائیں، ان تمام کے علاوہ آپ کے لاتعداد شاگرد بھی علمی کارنامے میں شمار ہوں گے جو پوری دنیا میں قال اللہ وقال الرسول کی صدا بلند کر رہے ہیں۔

(جاری) ☐☐☐

کتاب المسائل: مفتی محمد سلمان منصور پوری

لعان کے مسائل

شوہر کا بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کے بعد لعان سے انکار کرنا

اگر کسی شوہر نے اپنی پاک دامن (عفیفہ) بیوی پر صراحۃً زنا کی تہمت لگائی اور اُس کے بعد بچہ کا اپنے سے نسب ثابت کرنے سے انکار کیا، تو قاضی اولاً شوہر سے لعان کا مطالبہ کرے گا، اگر شوہر لعان کرنے میں ٹال مٹول کرے تو اُسے جیل میں ڈالا جائے گا کہ یا تو لعان کرے یا بیوی پر زنا کی تہمت کے دعویٰ سے رجوع کرے۔ پس اگر لعان کرے تو بیوی سے بھی حسب ضابطہ لعان کرایا جائے گا، اور اگر وہ بیوی پر زنا کی تہمت کے دعوے سے رجوع کرلے اور کہے کہ میں نے جھوٹ بولا تھا، تو اُس پر حد قذف (۸۰ رکوڑے کی سزا) جاری ہوگی۔

فمن قذف بصريح الزنا في دار الإسلام زوجته الحية بنكاح صحيحٍ الخ، لاعن الخ، فإن أبى حبس حتى يلاعن أو يكذب نفسه فيحد للقذف. (الدر المختار ۱۵۱/۵-۱۵۳ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ۵۷۱/۱ المكتبة الإتحاد ديوبند، بدائع الصنائع ۳۷۷/۳ زكريا)

بیوی سے لعان کا مطالبہ کب ہوگا؟

جب شوہر لعان کی قسمیں کھالے گا تو اَب قاضی بیوی سے لعان کا مطالبہ کرے گا؛ اِس لئے کہ یہاں مدعی شوہر ہے، پس کارروائی کا آغاز اسی سے ہوگا۔ نیز قرآنِ کریم اور اَحادیث شریفہ میں ترتیب بھی یہی ہے۔

فإن لاعن لا عنت بعده؛ لأنه المدعي. (الدر المختار ۱۵۳/۵ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ۵۷۱/۱ المكتبة الإتحاد ديوبند، بدائع الصنائع ۳۷۶/۳ زكريا)

بیوی کی طرف سے لعان میں ٹال مٹول

اگر شوہر سے لعان کے بعد بیوی لعان کرنے میں ٹال مٹول کرے تو اُسے قید کردیا جائے گا؛

تا آں کہ وہ لعان کرے یا پھر شوہر کے قول کی تصدیق کرے؛ تاہم محض شوہر کے قول کی تصدیق کی وجہ سے نہ تو اُس پر حدِ زنا جاری ہوگی اور نہ ہی بچہ کے نسب کی شوہر سے نفی کی جائے گی، اور نہ ہی شوہر پر حدِ قذف جاری کی جائے گی۔

وإلا حبست حتى تلاعن أو تصدقه فيندفع به اللعان، ولا تحد وإن صدقته أربعًا؛ لأنه ليس بإقرار قصدًا. ولا ينتفي النسب؛ لأنه حق الولد فلا يصدقان في إبطاله.

(الدر المختار ١٥٣/٥-١٥٤ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ٥٧١/١ المكتبة الإتحاد ديوبند، بدائع الصنائع ٣٧٧/٣ زكريا)

بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کے بعد اُسے طلاقِ بائن دے دی

اگر شوہر نے بیوی پر زنا کی تہمت لگائی اور ابھی لعان کی نوبت نہ آئی تھی کہ بیوی کو طلاقِ بائن (یا مغلظہ) دے دی، تو اَب لعان اور حدِ قذف کا حکم ساقط ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ آئندہ اگر وہ بیوی کبھی اس کے نکاح میں لوٹ آئے، پھر بھی لعان کا حکم جاری نہ ہوگا۔

ويسقط اللعان بعد وجوبه بالطلاق البائن، ثم لا يعود بتزوجها بعده؛ لأن الساقط لايعود (الدر المختار) وفي كافي الحاكم: وإذا قذف الرجل امرأته ثم بانت منه بطلاق أو غيره فلا حد عليه ولا لعان؛ لأن حده كان اللعان، فلما لم يستقر اللعان بعد البينونة لم يحول إلى الحد، ولو أكذب نفسه لم يحد. (الدر المختار ١٥٦/٥ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ٥٧٠/١ المكتبة الإتحاد ديوبند، بدائع الصنائع ٣٨٧/٣ زكريا، المحيط البرهاني ٢٢٣/٥ المجلس العلمي)

بیوی سے کہا: تجھے تین طلاق اے زانیہ

اگر شوہر نے بیوی سے کہا کہ ''تجھے تین طلاق اے زانیہ (بدکار)'' تو شوہر پر حسبِ شرائط حد قذف (٨٠/کوڑے کی سزا) جاری ہوگی؛ (کیوں کہ اُس نے طلاق پہلے دی ہے اور زانیہ بعد میں کہا ہے، تو گویا اُس نے اجنبیہ پر زنا کی تہمت لگائی)

ولو قال: أنت طالق ثلاثًا يا زانية! كان يجب الحد، ولا يجب اللعان؛ لأنه قذفها بعد الإبانة وهي أجنبية بعد الإبانة وقذف الأجنبية يوجب الحد لا اللعان. (بدائع الصنائع ٣٨٧/٣ زكريا، الدر المختار ١٥٦/٥ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ٥٧٢/١ اتحاد ديوبند، البحر الرائق ١٩٢/٤ زكريا)

بیوی سے کہا: اے زانیہ! تجھے تین طلاق

اگر شوہر نے بیوی سے کہا: ''اے زانیہ! تجھے تین طلاق'' تو اِس صورت میں نہ تو لعان کا حکم ہوگا اور نہ شوہر پر حدِ قذف جاری ہوگی؛ (کیوں کہ بدکاری کی تہمت پہلے لگائی ہے اور طلاقِ بائنہ مغلظہ بعد میں دی ہے)

ولو قال: يا زانية! أنت طالق ثلاثًا، لم يلزمه الحد ولا اللعان أي لحصول البينونة بعد وجوب اللعان. (الدر المختار ١٥٦/٥ زكريا)

واللعان لا يجري في غير الأزواج. (بدائع الصنائع ٣٨٧/٣ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ٥٧٢/١، البحر الرائق ١٩٢/٤ زكريا)

لعان کے بعد تفریق کب ہوگی؟

اگر شوہر اور بیوی دونوں نے قاضی کے کہنے پر لعان کی قسمیں کھالیں، تو اگرچہ ان دونوں کے درمیان جنسی انتفاع حلال نہ رہے گا؛ لیکن محض اِس عملِ لعان سے ان میں قانوناً تفریق نہ ہوگی؛ بلکہ قاضی کی طرف سے تفریق کا حکم ضروری ہوگا۔ پس اگر قاضی کی طرف سے تفریق سے قبل شوہر طلاقِ بائن دے دے تو وہ واقع ہوگی، اور اِس دوران اگر ان میں سے کسی کا انتقال ہوجائے تو اُن کے درمیان وراثت جاری ہوگی؛ البتہ اگر شوہر اپنے دعویٰ سے رجوع کرلے تو بیوی سے انتفاع حلال ہوگا، تجدیدِ نکاح کی ضرورت نہ ہوگی۔

وبانت بتفريق الحاكم فيتوارثان قبل تفريقه الذي وقع اللعان عنده (الدر المختار) لأنها امرأته ما لم يفرق القاضي بينهما كافي نعم يحرم الوطء ودواعيه قبل التفريق كما مر ويأتي. ثم هٰذا تفريع على المفهوم وهو أنه لا تقع الفرقة بنفس اللعان قبل تفريق الحاكم، ويتفرع عليه أيضًا في السعدية عن الكفاية أنه لو طلقها في هٰذه الحالة طلاقًا بائنًا يقع. وكذا لو أكذب نفسه حل له الوطء من غير تجديد النكاح، وعند الشافعي تقع الفرقة بنفس اللعان. (شامي ١٥٧/٥ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ٥٧١/١ اتحاد)

وحرم وطؤها بعد اللعان قبل التفريق لما مر. (الدر المختار مع الشامي ١٥٨/٥ زكريا، ومثله في المحيط البرهاني ٢٢٢/٥ المجلس العلمي)

تفریق سے قبل قاضی معزول ہوجائے یا وفات پاجائے؟

اگر شوہر بیوی میں لعان ہوچکا تھا؛ لیکن ابھی قاضی نے تفریق کا حکم جاری نہ کیا تھا کہ اُسے معزول کردیا گیا، یا اُس کی وفات ہوگئی، تو اَب بیوی کے مطالبہ پر نئے قاضی کے سامنے ازسرنو لعان کی کارروائی ہوگی، سابقہ لعان کالعدم سمجھا جائے گا۔

فلو لم يفرق الحاكم حتى عزل أو مات استقبله الحاكم الثاني (الدر المختار) أي استأنف اللعان الخ. (الدر المختار ۵/۱۵۸ زكريا، المحيط البرهاني ۵/۲۲۳ المجلس العلمي، البحر الرائق ۴/۱۹۷ زكريا)

شوہر سے بچہ کے نسب کی نفی کی شرائط

اگر شوہر نے بیوی پر یہ اِلزام لگایا ہو کہ اُس کا پیدا شدہ بچہ شوہر کے نطفہ سے نہیں ہے، اور اِس بنیاد پر قاضی نے شوہر بیوی سے لعان کرایا ہو، تو محض لعان کرنے سے بچہ کا نسب شوہر سے منقطع نہ ہوگا؛ بلکہ اِس کے لئے قاضی کی طرف سے نسب کی نفی کا حکم دینا ضروری ہے، اور قاضی اُسی وقت نسب کی نفی کا فیصلہ کرے گا، جب کہ درج ذیل ۶؍شرطیں پائی جائیں:

(۱) لعان کرنے والے میاں بیوی میں قاضی کی طرف سے تفریق کا فیصلہ کردیا جائے۔

(۲) شوہر کی طرف سے بچہ کی نفی کا دعویٰ بچہ کی ولادت کے چند دنوں کے اندر اندر کیا گیا ہو (لہٰذا اگر تاخیر سے دعویٰ کیا گیا تو نسب کی نفی نہ ہوگی)

(۳) دعویٰ سے پہلے شوہر کی طرف سے اُس بچہ کو اپنانے کا کوئی ظاہری قرینہ یا اقرار نہ پایا گیا ہو۔ (مثلاً بچہ کی پیدائش پر مبارک باد قبول کرنا یا سامانِ ولادت خریدنا وغیرہ)

(۴) تفریق کے فیصلہ کے وقت بچہ باحیات ہو۔

(۵) اُس عورت سے پہلے بچہ کی پیدائش اور اُس کے بارے میں لعان کے بعد اُسی بطن سے دوسرا بچہ پیدا نہ ہوا ہو (اگر دوسرا بچہ لعان کے بعد پیدا ہوگا تو دونوں بچوں کا نسب بہرحال ضرورۃً شوہر ہی سے ثابت ہوگا)

(۶) اُس بچہ کے بارے میں قبل ازیں کسی مقدمہ میں شوہر سے نسب ثابت نہ کیا گیا ہو۔

وإن قذف الزوج بولد حي حتى نفى الحاكم نسبه عن أبيه، وألحقه بأمه بشرط

صحة النكاح (الدر المختار) أي لا بد أن يقول: قطعت نسب هٰذا الولد عنه بعد ما قال: فرقت بينكما كما روي عن أبي يوسف. وفي المبسوط: هٰذا هو الصحيح؛ لأنه نفى من ضرورة التفريق نفي النسب كما بعد الموت يفرق بينهما، ولا ينتفي النسب الخ. (شامي ١٥٩/٥ زكريا)

وأما شروط النفي فستة (الدر المختار) الأول: التفريق الثاني: أن يكون عند الولادة أو بعدها بيوم أو يومين. الثالث: أن لا يتقدم منه إقرار به ولو دلالة ككسوته عند التهنئة مع عدم رده. الرابع: حياة الولد وقت التفريق. الخامس: أن لا تلد بعد التفريق ولو ولدًا آخر من بطن واحد. السادس: أن لا يكون محكومًا بثبوته شرعًا.

(شامي ١٥٩/٥ زكريا، بدائع الصنائع ٣٩١/٣-٣٩٤ زكريا، البحر الرائق ١٩٨/٤ زكريا)

نفى الولد الحي عند التهنئة ومدتها سبعة أيام عادةً، وعند ابتياع آلة الولادة صح، وبعده لا؛ لا لإقراره به دلالةً. (الدر المختار ١٦٠/٥ زكريا)

جڑواں بچوں میں سے پہلے بچہ کی نفی کی

اگر شوہر نے جڑواں بچوں میں سے پہلے بچہ کی نفی کی اور دوسرے بچہ کا اِقرار کیا تو لعان نہ ہوگا؛ بلکہ اُس پر حدِ قذف جاری ہوگی، اور دونوں بچوں کا نسب اُس سے ہی ثابت ہوگا؛ البتہ اگر دونوں بچوں کی نفی کی تو لعان ہوگا۔

نفى أول التوأمين وأقر بالثاني حد إن لم يرجع لتكذيبه نفسه، وإن عكس لاعن الخ، والنسب ثابت فيها؛ لأنهما من ماء واحدٍ. (الدر المختار ١٦٢/٥ زكريا، المحيط البرهاني ٢٢٤/٥ المجلس العلمي، البحر الرائق ٢٠٤/٤ زكريا، بدائع الصنائع ٣٩٣/٣)

لعان میں تفریق کے بعد عدت کا نفقہ شوہر پر ہے

لعان میں قاضی کی تفریق کے بعد عورت عدت گذارے گی، اور اِس مدت کا نان نفقہ اور رہائش کا خرچ حسبِ ضابطہ شوہر کے ذمہ ہوگا۔

ولها نفقة العدة. (الدر المختار) أي والسكنىٰ. (شامي ١٥٨/٥ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٠٥/٥ زكريا)

مطالعہ کی میز پر:

”تیسیر الانشاء“

تبصرہ نگار:- مولانا مفتی محمد اجمل صاحب قاسمی اُستاذِ ادب جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

اس وقت طلبہ مدارسِ اسلامیہ میں عربی کو ایک زندہ زبان کی حیثیت سے سیکھنے کا عمومی رجحان پایا جاتا ہے، جس میں وقت کے ساتھ اضافہ ہوتا جارہا ہے، اور خوش آئند بات یہ ہے کہ مختلف سطح اور انداز میں ان طلبہ کے لئے زبان وبیان سیکھنے کی راہ ہموار کرنے کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اس کارِ خیر میں حصہ لینے والوں میں ایک معتبر نام دارالعلوم دیوبند میں عربی زبان وادب کے قابل وفاضل استاذ مولانا مفتی محمد ساجد قاسمی زید علمہ کا ہے۔ موصوف عربی زبان کے حوالے سے گوناگوں خصوصیات کے مالک ہیں۔ عربی تحریر اور ترجمہ نگاری میں تقریباً ربع صدی سے ان کا قلم نہایت خوبی سے بے تکان محوِ سفر ہے، انھیں مبتدی اور منتہی دونوں ہی قسم کے طلبہ کو عربی زبان وقواعد پڑھانے کا لمبا کامیاب تجربہ بھی ہے، نیز اُنہیں عالم عربی میں زبان سکھانے کی غرض سے ترتیب دئے جانے والے رائج الوقت جدید تعلیمی کورسز کو پڑھنے اور زبان کی تعلیم وتدریس کے نگراں اِداروں کی سفارشات سے رہنمائی حاصل کرنے کا بھی موقع ملا ہے؛ لہٰذا اِس موضوع پر اُن کی کاوشیں ان کی ان خصوصیات کی آئینہ دار ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب ”تیسیر الانشاء“ ان کی تازہ تالیف ہے، اس کتاب میں انھوں نے مبتدی کے لیے قواعد کی رہنمائی میں عربی زبان میں انشاء پردازی اور ترجمہ نگاری کی راہ آسان کرنے کی کوشش کی ہے، کتاب اسم بامسمیٰ اور حسن معنی کے ساتھ حسن صورت کی جامع ہے، اِس موضوع پر مؤلف کا مرتب کردہ ”القراءۃ العربیۃ“ کا سلسلہ بھی خوب ہے؛ لیکن یہ نئی کاوش خوب تر ہے، انشاء پردازی کے پہلو بہ پہلو اُردو -عربی اور برعکس ترجمہ نگاری کی تمرینات کے اِضافے نے کتاب کی اَہمیت اور اِفادیت کو بڑھا دیا ہے، کتاب تین حصوں میں مکمل ہوگی، جن میں تدریجاً زیر بحث آنے والے قواعد اور تمرینات کا معیار طلبہ کی ترقی پذیر صلاحیت کے لحاظ سے اونچا ہوتا چلا جائے گا، ابھی پہلا حصہ تیار ہوا ہے، جو ۳۶؍دروس پر مشتمل ہے، ان دروس میں نسبتاً عام فہم اور کثیر الاستعمال قواعد کا انتخاب کرکے انھیں کی روشنی میں تمرینات کرائی گئی ہیں۔

چوں کہ یہ کتاب نظری انداز میں نحو وصرف کے قواعد سکھانے کے بجائے تطبیقی انداز میں سکھاتی ہے اور پھر انھیں قواعد کی روشنی میں انشاء پردازی اور ترجمہ کی مشق کراتی ہے، اس لیے اس میں قواعد کو

آسان اور عام فہم زبان میں بیان کیا گیا ہے؛ تاکہ طالب علم قواعد کو اچھی طرح سمجھ کر اُن کو آسانی کے ساتھ برت سکے۔ نحو کے بعض اہم مباحث جنھیں رائج نصابی کتابوں میں طلبہ کو سمجھنے میں خاصی دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے اس کتاب میں نہایت آسان انداز میں بیان کئے گئے ہیں کہ طلبہ کو ان کے مشکل ہونے کا احساس بھی نہ ہوگا۔ مثال کے طور پر غیر منصرف کی بحث کو روایتی انداز سے ہٹ کر کل ایک صفحے میں اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ طالب علم اس کو آسانی سے سمجھ کر برتنے پر قادر ہوسکتا ہے، نیز کتاب میں بعض ایسی نئی مفید باتیں بھی آگئی ہیں جو نصابی کتابوں میں آنے سے رہ گئی ہیں۔

کتاب کا نہج یہ ہے کہ ہر سبق میں چار ذیلی عنوان رکھے گئے ہیں: پہلا عنوان ''قواعد'' کا ہے، جس کے تحت قاعدہ بیان ہوا ہے اور ساتھ ہی میں اس کی ایک دو مثالیں ذکر کی گئی ہیں۔ دوسرا عنوان ''مثالوں'' کا ہے، اس کے تحت قواعد کی کئی مثالیں لکھی گئی ہیں؛ تاکہ ان کے ذریعہ قواعد کی عملی تطبیق طلبہ کے سامنے آئے۔ ''مثالوں کی وضاحت'' کے نام سے تیسرا عنوان ہے جس میں جدول (نقشے) کی مدد سے قواعد کو مثالوں پر منطبق کر کے طلبہ کے ذہن نشیں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ پھر آخر میں ''تدریبات'' کے عنوان کے ذیل میں چار مشقیں دی گئی ہیں: دو کا تعلق قواعد کے اجراء سے اور بقیہ دو کا عربی سے اردو اور اس کے برعکس ترجمے سے ہے۔

مبتدی کی سہولت کے لیے عربی جملوں کو با اعراب لکھا گیا ہے، اور اسے ابتداء ہی میں قاموس کی ورق گردانی کی الجھن سے بچانے کے لیے کتاب کے آخر میں سبق وار مشکل الفاظ کے معانی درج کردئے گئے ہیں، مشقوں میں عام بول چال میں استعمال ہونے والے الفاظ کے علاوہ مَدرَسی طلبہ کے ذوق کی رعایت کرتے ہوئے قرآن وحدیث کے ٹکڑوں اور عام اسلامی معلومات پر مشتمل جملوں کو استعمال کیا گیا ہے، کتاب کی نفیس طباعت، اس کا معیاری کاغذ اور خوبصورت سرورق بھی قاری کے شوق کو ابھارنے والا ہے۔

واقعہ ہے کہ یہ کتاب عربی زبان کی تحصیل کے شائقین کی اہم ضرورت کی تکمیل اور ابتدائی درجات میں عربی زبان کی تدریس انجام دینے والوں کے لئے قیمتی تحفہ ہے۔ توقع ہے کہ اس کے اگلے دو حصے جلد ہی مکمل ہوکر شائقین کی طلب کو آسودگی کا سامان فراہم کریں گے۔

نام کتاب: تیسیر الانشاء، **مؤلف:** مولانا مفتی محمد ساجد صاحب قاسمی اُستاذِ تفسیر و اَدب دارالعلوم دیوبند، **تعداد صفحات:** ۱۶۴، **قیمت:** درج نہیں، **ناشر:** دارالمنار دیوبند۔

رابطہ نمبر: 9760333374 - 01336-222908

❍❖❍

جامعہ کے شب وروز

جامعہ میں جشن یوم جمہوریت :- مؤرخہ ۲۶؍جنوری ۲۰۱۷ء کو جامعہ کے وسیع میدان میں یوم جمہوریہ کے عنوان سے جمعیۃ علماء شہر مرادآباد کے زیر اہتمام مولانا محمد یحییٰ صاحب کی صدارت میں ایک پروقار اجلاس منعقد ہوا، جس کی ابتداء حافظ محمد اشرف سلمہ کی تلاوت اور جناب قاری عبدالباطن فیض آبادی کی نعت پاک سے ہوئی۔ جب کہ آزادیٔ ہند کا ترانہ مولوی محمد عمران بہرائچی متعلم جامعہ نے پیش کیا۔اس کے بعد مولوی محمد واصف کانپوری، مولوی احمد عبد اللہ بہرائچی اور مولوی کعب رشیدی متعلمین جامعہ کی آزادیٔ ہند سے متعلق معلوماتی تقاریر ہوئیں۔ اور قومی یکجہتی کے موضوع پر متعدد طلبہ نے ایک معلوماتی مکالمہ پیش کیا۔اس کے بعد مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری مفتی جامعہ نے اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ ملک کی آزادی میں اِدارہ کی حیثیت سے دارالعلوم دیوبند کے بعد اگر سب سے بڑا کردار کسی اِدارے کا ہے تو وہ مدرسہ شاہی ہے، جس کے اساتذہ اور منتظمین سے لے کر چپراسی تک ہر ایک آزادیٔ وطن کی جدوجہد میں شریک تھا، اور یہ ادارہ ابتداء سے لے کر آج تک ملک وملت کی خدمت میں مصروف ہے، امن وشانتی اور پیار ومحبت کو عام کر کے، دیش کو اُخوت و بھائی چارہ کا پیغام دیتا رہتا ہے۔ بعدہٗ حضرت مولانا سید اشہد رشیدی صاحب مہتمم جامعہ وصدر جمعیۃ علماء یوپی نے فرمایا کہ وہ انگریز جو سرزمین ہند سے علماء کو مٹا دینا چاہتا تھا وہ خود مٹ گیا، علماء کرام اُس وقت بھی تھے اور آج بھی موجود ہیں۔ موصوف نے فرمایا کہ آج جو لوگ ہندوراشٹر اور کامن سول کوڈ کے نعرے لگا کر ہندوستانیوں سے مذہبی آزادی کو چھیننا چاہتے ہیں وہ مجاہدین آزادیٔ کی قربانیوں پر پانی پھیر کر ملک کو پھر سے نفرت وعداوت کے غار میں ڈھکیلنا چاہتے ہیں، اِن شاء اللہ اُن کی کوششیں کامیاب نہ ہوں گی۔ بعدہ پروگرام میں شریک دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے رہنماؤں نے ملک کی بھائی چارہ کی پرانی روایات کو پروان چڑھانے، مضبوط اور عام کرنے پر زور دیا، اور اس عظیم مقصد کے لئے جمعیۃ علماء اور مدرسہ شاہی کے ساتھ بھرپور تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ جن میں سکھ مذہبی رہنما جناب مہنت گروندر سنگھ، عیسائی رہنما جناب پادری پال سارسوت، ایڈوکیٹ جناب اُدت کمار شری واستو اور بدھ مذہبی رہنما جناب بھدنت راہل گودھی صاحب شامل تھے۔ اِجلاس میں شہر کی معزز شخصیات، جمعیۃ کے ذمہ داران عوام وخواص اور مدرسہ شاہی کے اساتذہ وطلبہ نے کثیر تعداد میں شرکت کی، صدر شہری جمعیۃ جناب مولانا محمد یحییٰ صاحب نے حاضرین کا شکریہ اَدا کیا۔ پروگرام تقریباً ڈیڑھ بجے دوپہر مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری کی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

مہتمم جامعہ کے اسفار :- ۲۸؍جنوری کو کھتولی ضلع مظفر نگر میں مجاہدین آزادی کی قربانیوں سے متعلق خطاب فرمایا۔ ۲۹؍جنوری کو حیدرآباد تشریف لے گئے اور مدارس کے نمائندہ اجتماع میں شرکت کی۔ ۵؍فروری کو مدرسہ جلیلیہ اسلامیہ دارالہدیٰ بیل ڈانگہ مرشدآباد بنگال کے سالانہ جلسہ میں خطاب فرمایا۔ ۸؍فروری کو ٹانڈہ بادلی ضلع رامپور تشریف لے گئے اور سیرت طیبہ سے متعلق خطاب فرمایا۔ ۱۳؍فروری کو جلال آباد ضلع بجنور میں رابطہ مدارس عربیہ زون ۲ کی میٹنگ میں شرکت فرمائی۔ ۱۵؍فروری کو مدرسہ شفقیہ رحمت نگر ہوجائی آسام کے سالانہ جلسہ میں خطاب فرمایا، جب کہ ۱۶؍فروری کو مدرسہ جلالیہ ہوجائی، نوگاؤں اور گوہاٹی کے مختلف اِصلاحی پروگراموں میں خطاب فرمایا۔ ۱۹؍فروری کو مدرسہ فیض العلوم تھانہ ٹین رامپور تشریف لے گئے اور ایک تقریب میں نکاح پڑھایا۔

واردین وصادرین :- اِس ماہ جامعہ میں درج ذیل مہمانانِ گرامی کی تشریف آوری ہوئی: حضرت مولانا سید اَرشد صاحب مدنی اُستاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری اُستاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند، ؛حاجی محمد قاسم ڈیسائی ساؤتھ افریقہ، جناب ممتاز عالم رضوی ایڈیٹر روزنامہ انقلاب دہلی، جناب حاجی فصیح صدیقی لکھنؤ، مولانا شمس تبریز صاحب آرگنائزر مسلم پرسنل لاء بورڈ، مولانا انوار الرحمن صاحب بجنور رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند، حاجی ضیاء الدین صدیقی ممبئی، جناب محمد جاوید صدیقی صاحب مقیم حال دبئی۔

Postal -Regd. No. U.P./MRD. DN37/ 2015 /17 R.N.I. -News Paper Regd. No. 479 41/88

Monthly Date of Issue: 02/03/03/2017

NIDA - E - SHAHI

Jamia Qasmia Madrasa Shahi Moradabad (U.P.) India. RS/=30

الحمدُ للہ

ندائے شاهی کے مقبول و معروف، اور قابل فخر

نعت النبی ﷺ نمبر

کا نیا اَیڈیشن شائع ہوگیا ہے

● سیرت طیبہ ﷺ، شمائل رسول ﷺ، دلائل نبوت ﷺ، اخلاق نبوت ﷺ درود شریف کی فضیلت، نعت کے آداب اور مناقب صحابہ ؓ وغیرہ پر ۲۴ قیمتی مضامین ● حمد خداوندی پر مشتمل ۳۷ نظمیں ● ۲۴ منتخب عربی نعتیں ● ۱۷ فارسی نعتیں ● ۴۰۲ اُردو نعتیں ● ۵۸ منقبتی نظمیں ● یعنی کل ۵۳۸ نظموں کا حسین گل دستہ ● اور ۲۴۴ شعراء و مضمون نگار حضرات کی کاوشوں کا خوبصورت مرقع ● عشق نبوی کے شراروں کا ذخیرہ ● بہترین ترتیب

❑ شاندار اور دیدہ زیب ٹائیٹل ❑ مضبوط جلد ❑ بہترین طباعت ❑ معیاری کتابت

صفحات : 656 قیمت: -/300 روپے، ندائے شاہی کے خریداروں کیلئے -/200 روپے

رابطہ : ماہنامہ ندائے شاہی، جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

MONTHLY- NIDA-E-SHAHI JAMIA QASMIA MADRASA SHAHI MORADABAD U.P. INDIA

MOB:.09410865194

ہندوستان کا مقبول دینی رسالہ

ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد

● صحیح فکر ● صحیح رہنمائی ● مثبت نظریہ

● خود مطالعہ کریں ● دوستوں کو تحفہ میں پیش کریں ● ایک دینی تحریک کے حصہ دار بنیں

الحمد للہ! ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد اب انٹرنیٹ پر دستیاب ہے

www.jamia qasmia-darul uloom-shahi.com

طابع و ناشر عبد الناصر نے گڈ پرنٹرس امروہہ گیٹ مرادآباد (یوپی) سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''ندائے شاہی'' جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد سے شائع کیا

USAMA SAJID MOB: 8126462740